امام محمد باقر علیہ السلام اور مذاہب عجم

مرتبہ

سید محمد رفیق حسین شاہ

ایڈووکیٹ سرگودھا

NAJAFI BOOK
D.D. Class
Section
Book No

7665 Date
Section
Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

امام محمد باقر علیہ السلام اور مذاہب عجم

مرتبہ

سید محمد رفیق حسین شاہ

ایڈووکیٹ سرگودھا

فروری 2001ء

تعریف پرنٹرز، لاہور

فہرست مضامین

حیات امام محمد باقر علیہ السلام	11
سلاطین دور امامت	17
حق امامت وارث تبرکات	29
معجزات امام محمد باقر علیہ السلام	31
اطاعت پرندگان و درندگان	40
امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے کے مذاہب	42
تخیل خدا و روح	52
امام محمد باقر علیہ السلام کے سوالات اور جوابات	65
واقعہ حرہ	68
امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب علماء وفقہا	78
امام محمد باقر علیہ السلام کی علمی حیثیت	96
امام محمد باقر اور ابو حنیفہ	114
امام محمد باقر علیہ السلام اور اسلامی سکے کی ابتداء	116
امام محمد باقر علیہ السلام اور سفر شام	119
امام محمد باقر علیہ السلام کی پیش گوئیاں	125
نشر علوم	131
امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت	141
امام کے زمانے کے سلاطین	143

اس کتابچہ کے مولف ایک کہنہ مشق ایڈووکیٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک منجھے ہوئے لکھاری بھی ہیں۔ ان کے قلم کے رشحات نے کئی گل بوٹے مخدرات عصمت کے خطبوں کے اردو انگریزی ترجمے۔ امیر المومنین کے کلمات حکمت۔ اسلامی کہانیاں۔ علی علی ہے۔ کربلا کے بعد اور نہ جانے کتنے مضامین اور کتابچے۔ ان کی پیرانہ سالی میں عزم و ہمت کے ثابت نشان ہیں۔ زیر نگاہ کتابچہ عصمت کبری کے پانچویں حرز جہاں تاب کے سوانح حیات اور تعلیمات کے بارے میں ایک اختصاریہ ہے۔ جسے ہمارے نوجوان باعمل سوگوران حسین علیہ السلام کی تنظیم کے لئے سپرد قلم کیا جو شبان ملت کی تہذیب اخلاق اور تربیت نفس کا سامان بنا رہی ہے۔ خداوند کریم بیجاہ عباد الصالحین ان کے توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

نوٹ : ناچیز کی نظر کوتاہ کے مطابق اس کتابچہ میں زندیق کے سوالات کے جو جوابات باقر علوم النبی ؑ کی طرف منسوب ہیں وہ شاید سرکار صادق آل محمد کی طرف دیئے گئے ہیں۔ بہرکیف یہ ایک ہی درج طہارت کے موتی ہیں پسر کی طرف نسبت ہو یا پدر کی طرف اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سید اعجاز حسین کاظمی

پرنسپل دار العلوم محمدیہ سرگودھا

عرض داشت

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو عبداللہ بن زبیر نے اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنا شروع کرتے ہوئے سلطنت دمشق اور یزید کے خلاف نفرت پھیلانے کا آلہ بنایا اور خاموشی سے اندر ہی اندر سب کو اپنی طرف دعوت دیتا رہا دوستوں کی انگیخت پر خفیہ خفیہ اپنی بیعت لینی شروع کردی۔

بنو امیہ نے خبریں یزید تک پہنچائیں جس نے مسلم بن عقبہ کو دس ہزار فوج دیکر مدینہ پر چڑھائی کا حکم دیا۔ واقعہ حرہ ہوا جس میں مدینہ کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ قتل ہوئے کچھ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ مدینہ جو علم کی درس گاہ تھا۔ اس میں School of thought نہ رہا۔

تیس سال بعد مالک نے حدیث۔ تفسیر اور سیرت بیان کرنی شروع کی اور اپنا سکول آف تھاٹ قائم کیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد مسلم کو تیس ہزار حدیث اور زرارہ کو سولہ ہزار حدیث کا درس دیا۔

بنی امیہ کا زمانہ تھا حضرت علی پر ابھی سب شتم کا سلسلہ منبروں پر جاری تھا ان کے خاندان کی بات کون سنتا اور مانتا تھا۔ یہ سلسلہ تبلیغ اور راہ ہدایت امام نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ پھیلایا۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے کبھی بھی مسلمان سیدھے اور ڈائریکٹ مسئلہ نہ پوچھتے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ کا زمانہ آیا تو حکم حکومت تھا کہ جو شخص ان سے مسئلہ دریافت کرے اس کو ایک اشرفی جرمانہ ادا کرے جب حکومتی شخص سے پوچھے تو ایک اشرفی انعام پائے۔ ان حالات میں بنی امیہ کے بادشاہ برسراقتدار تھے تو کون ایسا تھا جو امام باقر علیہ السلام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ان کے

شاگردوں کی طرف ہی التفات کیا جاسکتا تھا۔ حتی کہ ابو حنیفہ نے ایک عورت کو محمد مسلم کی خدمت میں بھیجا کہ اس مسئلہ کو ان سے دریافت کرو اور مجھے مطلع کرو۔ اتنا ضرور تھا کہ زرتشی۔ مانی۔ دیصانی۔ مذاہب کے لوگ ان مقدس ہستیوں سے روح۔ خدا۔ جنت۔ دوزخ اور دیگر مسائل سیدھے آکر پوچھتے رہے۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے علوم کو عام کیا۔ اس کتابچہ میں کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح غلط نظریات کو امام نے غلط ثابت کیا۔

ثواب

میرے عزیز سید صفدر حسین صاحب ملٹری میں کرنل کے عہدہ پر تعینات تھے۔ جو چھمب جوڑیاں میں 1965ء کی جنگ میں ہندوستان کی فوج کے خلاف لڑے اور جوڑیاں چھمب کا علاقہ فتح کیا۔

آپ جب جوڑیاں میں حملہ آور ہوئے تو ایک اونچی جگہ پر کھڑے سگریٹ نوش فرما رہے تھے تو ایک صوبیدار نے کہا صاحب آپ سگریٹ نہ پئیں۔ کہیں آوارہ گولی نہ لگ جائے تو آپ نے فرمایا۔ میں علی علیہ السلام کا ماننے والا ہوں۔ ان کا قول ہے "موت خود تمہاری حفاظت کرتی ہے۔" آخر کار گلے کے کینسر نے آپ کی حیات کا دیا گل کر دیا۔ یہ کتابچہ ان کی روح کے ثواب کے لئے شائع منجانب سوگوران حسین سرگودھا کیا جاتا ہے۔ فاتحہ سے نوازیں۔

انما الناس عالم او متعلم ماسواھا فھمع

انسان عالم ہیں یا متعلم اس کے سوا سب کوڑا کرکٹ ہیں۔

(امام علی علیہ السلام)

حیات امام محمد باقر علیہ السلام

پیدائش

جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کے مختلف قول ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ یکم رجب ۵۷ھ مطابق 15 اکتوبر 677ء بمقام مدینہ پیدا ہوئے۔ (بحار جلد ۴ صفحہ ۵)

وفات

تاریخ وفات میں بھی مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ۷ ذوالحجہ ۱۱۴ھ مطابق ۲۸ جنوری ۷۳۳ء کو انتقال فرمایا۔ بادشاہ وقت کے زہر دینے کی وجہ سے شہادت ہوئی اور مدینہ میں جنت البقیع کے قبرستان میں اپنے والد امام زین العابدین بن حسین اور عم بزرگوار امام حسن کے جوار میں دفن ہوئے بحارالانور جلد ۴ صفحہ ۵

مدت عمر

جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی عمر ۵۷ سال کی ہوئی جس میں سے ۴ سال امام حسین علیہ السلام اور ان کے بعد ۳۵ سال جناب امام زین العابدین کی حیات میں

گزارے ان کے بعد مدت امامت آپ کی ۱۸ سال ہوئی۔

والدین

جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے۔

عبدالمطلب کے دو بیٹے عبداللہ اور ابو طالب حضرات میں عبداللہ کے پسر جناب سرورکائنات محمد رسول اللہؐ جن کی بیٹی سیدہ حضرت فاطمہ۔ حضرت ابو طالب کے پسر حضرت علی۔ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کے پسران حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام۔ ان کی اولاد حضرت امام حسین کے بیٹے امام زین العابدین امام حسنؑ کی دختر نیک اختر فاطمہ سے شادی ہوئی امام محمد باقر علیہ السلام پیدا ہوئے اس طرح امام محمد باقر دونوں طرف ہاشمی اور علوی ہیں اور اول امام ہیں جن سے اولاد حسن اور حسین کا اجتماع ہوا بحار جلد ۴ صفحہ ۵

کافی کلینی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن میری والدہ ایک دیوار کے نیچے کھڑی ہوئیں کہ یکایک دیوار گرنے لگی۔ میری والدہ نے دیوار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ نہیں۔ ہر گز نہیں قسم ہے حق مصطفیٰ کی۔ خدا نے تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی۔ دیوار فوراً ہوا میں معلق ٹھہر گئی آپ اس کے نیچے سے نکل آئیں۔ میرے والد نے ان کے اوپر سے ایک سو دینار صدقہ کئے۔

القاب

جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے کئی القاب تھے۔ باقر۔ ہادی۔ امین۔ شاکر اور شبیہ۔ شبیہ اس لئے کہتے تھے کہ آپ رسول خدا کے بہت مشابہ تھے سب سے مشہور لقب باقر ہے اور توریت میں باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔ بقر کے معنی بیل کے ہیں جب بیل سے ہل چلاتے ہیں تو زمین کو شگافتہ کرتا ہوا چلا جاتا ہے آپ کو باقر اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علم کو شگافتہ کیا اور اس کی جڑ تک پہنچ گئے۔ اس کی شاخیں

نکالیں اور وسعت دی۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ کثرت سجود نے اپ کی جبیں کو شگافتہ کردیا تھا۔ علم کے پوشیدہ امور اور خزانوں کو ظاہر کردیا۔ لوگوں میں علم پھیلانے والے۔ صفائی قلب۔ ذکاوت علمیہ اور عمدگی علم کا درس دیا۔ عارفین میں آپ کا درجہ بلند ہے۔

وقت رحلت سے آگہی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے پدر بزرگوار کیوفات کے روز ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے مجھے اپنے غسل وکفن اور قبر میں داخل کرنے کے بارے میں کئی وصیتیں کیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو آج آپ کو سب دنوں سے بہتر پاتا ہوں اور موت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا کیا تم نے دیوار کے پیچھے سے میرے پدر بزرگوار حضرت علی بن حسین علیہ السلام کی آواز نہیں سنی کہ فرماتے تھے۔ محمد آنے کی جلدی کرو۔ بحار جلد ۴ صفحہ ۶

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ماتمی اخراجات کی خاطر آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے فرمایا۔ اے جعفر تم میرے مال میں سے ان سوگوار عورتوں کو اتنا دے دینا کہ دس سال تک مقام منیٰ کے دنوں میرا ماتم منائیں۔ بحار جلد ۴ صفحہ ۱۰ الکافی جلد ۶ صفحہ ۳۷۴

آپ کی انگشتری کا نقش العزہ للہ جمیعا

آپ کے چہرے کا درمیانی گندمی رنگ کا تھا۔

جابر بن عبداللہ انصاری اور امام: مناقب شہر آشوب میں ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری جو اصحاب رسول میں نہایت کبیر السن تھے۔ اکثر مسجد رسول میں بیٹھ

کریا باقر العلوم کہا کرتے تھے اہل مدینہ یہ سن کر کہا کرتے کہ جابر مجنون ہو گئے ہیں' ہذیان بکتے ہیں۔ جابر کہتے واللہ میں ہذیان نہیں بکتا۔ میں پاگل نہیں ہوں بلکہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے۔ حضور فرماتے تھے اے جابر تم ہمارے فرزندوں میں سے ایک سے ملاقات کرو گے جو نسل امام حسین سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام ہوگا اس کی سیرت میری سیرت ہوگی وہ باقر العلوم نبیوں کا ہے وہ انبیاء کے علوم ظاہر کرنے والا ہے۔ واذالقیتہ فاقرہ منی السلام جب تم اس سے ملاقات کرو تو تم اس کو میرا سلام کہنا۔ بس یہی بات جو میں اس کو پکارتا ہوں۔

ایک روز ایک مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام جابر کو مل گئے جابر نے کہا اے جناب صاحب زادے میرے قریب آؤ۔ جب قریب آئے تو کہا پیچھے ہٹ جائیں جب پیچھے ہٹ گئے تو جابر نے کہا واللہ یہی چال ڈھال پیغمبر خدا ﷺ کی تھی۔ پھر پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا میں علی ابن حسین علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔ جابر نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تم ہی باقر ہو۔ آپ نے کہا میں ہی باقر ہوں۔ جابر نے یہ سن کر آپ کے سر کا بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ جناب رسول خدا ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے۔

آپ کے والد مکرم نے تاکید کردی تھی کہ زیادہ گھر سے باہر نہ نکلا کرو کیونکہ تمہارے ان فضائل اور مراتب کو دیکھ کر بہت سے لوگ حسد کر کے ایذا رسانی کا باعث ہوں گے۔ ماثر الباقریہ صفحہ ۳۸۔۳۷

جابر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آتے رہتے تھے۔ آپ کے سامنے بیٹھتے تھے اور حضرت امام انہیں تعلیم دیتے تھے جب کبھی رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے میں جابر کو مغالطہ ہوتا تو امام انہیں صحیح بتاتے اور اسے یاد دلاتے تھے اور جابر اسے تسلیم کرتے اور آپ کے ارشادات کا اعتراف کرتے اور یہی کہتے رہے کہ اے باقر۔ اے باقر میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ بچپن ہی

میں علم و حکمت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ بحار جلد ۴ صفحہ ۱۷

امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جناب جابر نے مجھ سے کہا کہ آپ تمام مخلوق میں بہتر انسان کے فرزند ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار جوانان جنت کے سردار ہیں۔ آپ کی جدہ ماجدہ تمام عالموں کی عورتوں کی سردار ہیں۔

سلاطین دور امامت

آپ کا دور امامت۔ ولید بن عبدالملک۔ سلیمان بن عبدالملک۔ عمر بن عبدالعزیز۔ یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک کے زمانہ حکومت میں گزرا اور اسی ہشام کے دور حکومت آپ نے وفات پائی۔ بحار جلد ۴ صفحہ ۵

بنی امیہ کی حکومت مروان بن حکم سے لیکر عبدالرحمٰن تک رہی جو ۷۴۴ء میں ختم ہوئی۔ یہ وہی مروان ہے جو مرتد ہوگیا تھا اور جس کو رسول خدا نے خارج البلد کردیا تھا دنیا ابو سفیان و مروان کی اولاد میں اور آخرت محمد و آل محمد کے ہاتھ میں رہی۔ جنت کے مالک آل محمدؐ بنے۔

انسان کی زندگی اور بادشاہوں کی پالیسی کی کامیابی دنیاوی عروج کے معیار سے نہیں دیکھنی چاہیئے بلکہ قرآن معیار زندگی ہے اور قرآنی عمل معیار زندگی ہے اصلی کامیابی رضامندی خداوندی ہے۔

مروانی بنی امیہ کی حکومت سے قبل کے بہت مختصر حالات ضبط تحریر میں لاکر تھوڑا سا واضح کردینے میں کوئی ہرج نہیں۔

یزیدی فوجوں نے کربلا میں خاندان رسالت کی تاراجی وتباہی سے فراغت پاکر مدینۃ الرسول پر چڑھائی کی اور اس شہر مقدس کو ویران اور پامال سم اسپان کیا۔ یہ واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ مدینۃ النبی کے باشندگان کو خون میں نہلایا۔ خوب لوٹ مار کی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے اور زنا بالجبر کا ارتکاب کیا۔ مسلم بن عقبہ مدینہ کے لوگوں سے یزید کی غلامی کی بیعت لیتا تھا۔ جو یہ اقرار کرتا کہ میں یزید کا غلام

ہوں اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علوم دین فقہ۔ حدیث تفسیر وغیرہ ملک سے رخصت ہوگئے۔ اگر کوئی بچ نکلے تو نہایت ہی ضعیف وخستہ حالت میں تھے۔ جب مذہبی معیاری لوگ ہی نہ رہے تو علوم کہاں رہے۔ کوئی School of Thought نہ رہا۔

لوگوں نے دین محمدی اور مومن مسلمان ہونے پر قناعت نہ کی اور حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی القاب تراش کر اپنے اپنے طریقہ سے حدیث۔ فقہ۔ تفسیر کی اپنی اپنی Interpatation وضع کرلی۔

اس سے قبل امیر معاویہ نے کوفہ پہنچ کر خطبہ دیا اور کہا۔ لوگو! میں نے تم پر اس لئے چڑھائی نہیں کی کہ تم نماز' روزہ' وغیرہ ارکان اسلام بجا لاؤ۔ یہ امور تو تم پہلے سے کرتے ہو۔ مگر میں نے ملک اس لئے فتح کیا ہے کہ تم پر حکومت کروں؟ سو یہ بات مجھے مل گئی ہے حالانکہ تم کراہت کرتے تھے۔ کشف الحقائق صفحہ ۵

شہادت حضرت علی علیہ السلام کے بعد انہیں اتنا اقتدار حاصل ہوا کہ مخالفین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا جاتا۔ قتل یا قید کردیئے جاتے۔ ذرہ سی بات پر دردناک عذاب میں مبتلا کردیئے جاتے۔ برسر منبر خطیب جمعہ کے روز آنحضرت پر سب وشتم کرتے محبت اہلبیت ایسا گناہ کبیرہ تھا کہ نام آیا کہ آفت عظیم کا سامنا ہوا۔ حالات اس قدر بگڑے کہ امیر معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو ابوسفیان کا بیٹا منسوب کرکے بھائی بنایا اور کوفہ کی حکومت دیدی۔ پھر کچھ عرصہ بعد حجاج بن یوسف والئی عراق مقرر ہوا جس نے ظلم کی انتہا کردی۔

ان امور کا یہ اثر ہوا کہ خیروبرکت ملک سے اٹھ گئی۔ جہل وحماقت کی تاریکی بلاد اسلام میں گھٹاٹوپ بن کر چھاگئی۔ شامت' نخوت' بغض عناد نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔

زیاد بن ابیہ والئی عراق نے حجر بن عدی صحابی کی اور ان کے ساتھیوں کی

شکایت لکھی۔ معاویہ نے حکم دیا کہ قید کر کے شام بھیج دو۔ زیاد نے حجر کو معہ بارہ ان کے اصحاب کو زنجیر کر کے شام ارسال کر دیا۔ وہاں چھ کس رہا ہوئے باقی چھ کو مقام مرج عذرا پر ذبح کر دیے گئے۔ حجر معمولی آدمی نہ تھے وہ بڑے عابد' زاہد مستجاب الداعوات تھے۔ ان کے اصحاب بھی کوفہ میں دینی اور دنیوی حیثیت سے ارکان اور شہر کے بڑے اشخاص میں شمار ہوتے تھے۔ ام المومنین عائشہ کو ان کے قتل ہونے کا سخت صدمہ پہنچا۔ کشف الحقائق صفحہ ۱۵

یزید بن معاویہ کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں وہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا طلبگار تھا۔ حدیث "الحسین منی وانا من الحسین" کو مٹانا چاہتا تھا یزید پرلے درجے کا بے دین۔ بدکار۔ زندیق۔ شراب خور ہمیشہ لہو ولعب میں مصروف رہتا اور محارم تک کے ساتھ زنا کرنے سے نہ چوکتا۔ باز۔ باشے۔ بہری شکاری جانور۔ کتے۔ بندر۔ چیتے پال رکھے تھے ان سے کھیلتا تھا۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے مصاحبوں۔ اہلکاروں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا۔ اور فسق و فجور میں ڈوب گئے۔ مکہ مدینہ تک میں راگ رنگ شروع ہوگئے شراب و کباب کی محفلیں گرم ہونے لگیں شراب کو وہ حلال سمجھ کر پیتا تھا وہ کہتا تھا۔ فان حرمت یوما علی دین احمد فخذ ھا علی دین المسیح بن مریم اگر شراب دین اسلام کے مطابق ایک روز حرام ہو گئی تو اس کو عیسائی مذہب کے مطابق پی جا پھر کہتا۔ لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل بنی ہاشم یعنی رسول اکرم ﷺ نے ملک اور بادشاہی سے بازی کی' کوئی خبر آسمانی ان کے پاس آئی تھی نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔ فی زمانہ لوگ فسق و فجور سے باز نہیں آتے۔ کتے بندر اور درندوں کے پالنے کو موجودہ زمانہ میں کوئی خرابی نہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ یزید کے زمانہ میں ایسے افعال کو برائی جانتے تھے لیکن اب شو اور بلندی معیار سمجھا جاتا ہے یہ خرابی یزید کے زمانہ سے چل کر آج تک موجود ہے۔

واقعہ کربلا نے اسلام کو بچالیا۔ نیکی بدی پر غالب ہوئی۔ خون تلوار پر غالب آیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے جنگ کربلا کی تمام صعوبتیں اور سختیاں دیکھی اور سہی تھیں۔

1۔ اس زمانہ میں جہالت اس قدر تھی چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شامی نے ایک عراقی کے اونٹ پر معاویہ کے اجلاس میں دعویٰ کیا کہ یہ اونٹنی میری ہے عراقی کا اس سے تعلق نہیں۔ شامی کے حق میں فیصلہ دے دیا گیا۔ عراقی چلایا کہ اے امیر یہ اونٹنی نہیں یہ اونٹ ہے۔ فرمایا درست ہے۔ علی سے جاکر کہنا کہ میرے پاس ایسے جاہل ایک لاکھ سپاہی ہیں جو اونٹ اور اونٹنی میں فرق نہیں کرتے۔

2۔ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ ان کی جہالت یہاں تک پہنچی تھی کہ صفین کے راستہ میں بادشاہ وقت نے بدھ کے روز جمعہ کی نماز پڑھادی لیکن اتنی بڑی تعداد میں سے کسی نے لب کشائی نہ کی۔

3۔ جہالت بیوقوفی کس قدر تھی کہ سوچ وچار عوام کی اس قدر ختم ہو چکی تھی کہ صفین میں جنگ کے موقعہ پر عمرو بن عاص نے کہہ دیا کہ عمار کو علی نے قتل کیا ہے نہ وہ انہیں جنگ میں لاتے اور نہ وہ قتل ہوتے۔ اتنا نہ سوچا کہ حضرت رسول اکرمؐ حضرت حمزہ کو جنگ احد میں لے گئے وہ شہید ہوئے۔

4۔ ایک شامی نے پوچھا کہ ابو تراب جس کو خطیب منبر پر لعن کرتا ہے وہ کون تھا تو اس عقل مند نے شامی کور عقل سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چور ڈاکو ہو گزرا ہے۔

5۔ ایک شخص شام سے عازم حج ہوا۔ اس کے سامنے خانہ کعبہ کا ذکر ہوا اس نے کہا وہاں جاؤں گا تو خدا میرے ساتھ باتیں کرے گا۔

6۔ ثمامہ بن اشرس کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ بازار میں ایک شخص کے

گرد جمع ہیں اور وہ سرمہ فروخت کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ سرمہ ہر مرض چشم کے لئے ہے اتفاقاً اس کی دونوں آنکھیں مرض میں مبتلا تھیں۔ میں نے کہا اے شخص تیرے سرمے نے تیری آنکھوں کو نفع نہ بخشا۔ اس نے جواب دیا۔ میری آنکھوں میں خرابی یہاں ہوئی ہے یہ تو مصر سے ہی دکھنا شروع ہوئیں۔ سب حاضرین نے اس کی تصدیق کی۔ کسی نے یہ نہ کہا۔ مصر کا اس میں کیا دخل ہے دوا کامل ہے تو اس کا اثر بہرکیف ہونا چاہئے۔ وہ لوگ الٹا ثمامہ کے سر ہو گئے اور اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ کشف الحقائق صفحہ ۹

مروان بن حکم

یزید کے بعد مروان بن حکم تخت خلافت پر مسلط ہوا۔ اس کی خلافت چند ماہ ہے اپنے بیٹوں۔ پوتوں کے لئے پشت ہاپشت تک حکومت کا راستہ صاف کر گیا طے پایا تھا کہ اس کے بعد خالد بن یزید کے حوالہ حکومت کردی جائے گی۔ مروان نے یزید کی بیوہ فاختہ بنت ابوہاشم بن عقبہ سے نکاح پڑھوا لیا۔ حکومت سنبھالتے ہی اپنے بیٹے عبدالملک کی بیعت کا ڈھونگ رچا دیا۔ خلد بن یزید کے ہاتھ سے حکومت چھن گئی اور ماں بھی گئی۔ اس بارہ میں خالد۔ فاختہ کی مروان سے ٹھن گئی ایک رات جب مروان سونے کے لئے آیا چند بستر اس پر ڈال کر کنیزوں کو حکم دیا کہ ان پر بیٹھ کر دبا دیں۔ اور اس طرح بڑے میاں ختم کردیئے گئے۔ جب یہ کام ہو گیا تو اسے فرش خواب پر لٹا دیا۔ عبدالملک کو بلا بھیجا کہ ذرا آکر دیکھو کہ تمہارے باپ کا کیا حال ہو گیا ہے۔ عبدالملک جب آیا تو مروان میں ذرا جان باقی تھی مگر بول نہ سکتا تھا۔ آنکھ سے خالد کی ماں کی طرف اشارہ کیا۔ مکار عورت نے کہا دیکھا تمہیں میرے بارے میں کیا وصیت کرتے ہیں۔ میرے بعد ان سے اچھا سلوک کرنا پھر بولی واری جاؤں اس

الفت کے کہ جان کنی کی حالت میں بھی مجھے نہیں بھولے۔ مروان وہ شخص تھا جسے اللہ کے نبی نے شہر بدر کردیا تھا۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک ۶۵ سے لیکر ۸۶ تک تقریباً ۲۱/۲۰ سال بادشاہی کرتا رہا بہرکیف عبدالملک نے حکومت پاکر رہی سہی شوکت و شعائر اسلام بھی خاک میں ملادیئے۔

حجاج بن یوسف کو حجاز پر مامور کیا۔ اس سفاک نے دوبارہ مکہ پر چڑھائی کردی کوہ ابوقبیس سے خانہ خدا پر اس قدر آگ اور پتھر برسائے کہ یزید کے زمانہ کا ہنگامہ اور چڑھائی بے معنی نظر آئی۔ آخر کار عبداللہ ابن زبیر عین مسجد الحرام میں مارا گیا۔ حجاج نے شہر میں گھس کر کعبہ کی اس بہانہ سے کہ عبداللہ نے اس کی ترمیم کی جڑیں تک اکھیڑ دیں۔ اور ابن زبیر کو عبدالملک کے سپاہیوں نے قتل کرکے اس کی لاش کو دار پر کھینچا۔ حجاج مدینہ پر چڑھ آیا اور وہاں بقیہ صحابہ۔ اکابر اور تابعین کی ایک بڑی تعداد کے لوگ جان سے مار دیئے۔ باقی دائمی قید ہوگئے۔ انس بن مالک وغیرہ وہ اشخاص تھے جن کی گردنوں میں داغ غلامی دے کر چھوڑ دیا۔ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے اگر ہر ایک امت کے درمیان سے ایک ظالم و خبیث کو لاتے تو ہم حجاج کو لے جائیں تو ہمارا خبیث تمام امتوں سے بڑھ جائے گا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی جنگ کے علاوہ مارے۔ ستر ہزار جن میں چالیس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں تھیں اس کے بعد قید خانوں سے نکلے۔ ان کے رنگ دھوپ اور بھوک کے مارے سیاہ ہوگئے تھے۔ ان کے زندان میں چھت نہ تھی کہ قیدیوں کو سرما، گرما اور باد باراں سے بچاتی۔ زن و مرد باہم ایک چار دیواری میں بند رہتے تھے۔ (کشف الحقائق 22/24)

حجاج بن یوسف

حجاج پیدا ہوا تو اس کی دبر نہ تھی۔ لوہے کی سیخ سے چھید کر کے سوراخ بنایا گیا۔ وہ پستان مادر کو منہ میں نہ لیتا تھا۔ کسی شیطان نے یہ تدبیر بتائی کہ ایک بکرا ذبح کر کے سر پستان پر اس کا لہو لگا دو۔ کئی روز یہ عمل کیا گیا جب اس نے پستان منہ میں لیا۔ اس لیے اس کو خون ریزی میں لذت ملتی تھی۔

آخری مقتول اس کے سعید بن جبیر جو کہ علی بن حسین علیہ السلام کے صحابی تھے جب انہیں اس بدبخت کے سامنے لایا گیا تو کہا تم سعید بن جبیر نہیں شقی بن کبیر ہو حجاج نے کہا جس طرح تو کہے تجھے قتل کروں۔ سعید نے کہا جس طرح چاہے کر جس طرح تو مجھے قتل کرے گا۔ بروز قیامت میں اسی طرح تجھے قتل کروں گا۔ لعین کے حکم پر ذبح کر کے ان کا سر جدا کیا گیا۔ مرتے وقت سعید نے دعا کی تھی خداوندا آئندہ اپنے بندوں پر حجاج مسلط نہ کرنا وہ دعا قبول ہوئی۔ ان کی شہادت کے بعد حجاج فوت ہوا۔ اکثر سوتا تو چونک پڑتا۔ کہتا۔ سعید میری گردن توڑتا ہے۔

حجاج کا ذکر ضمناً اس لیے کیا ہے کہ ظاہر ہو سکے عبدالملک کے زمانہ میں کس قدر ظلم و تعدی تھی۔

عبدالملک پہلا خلیفہ ہے جس نے بخل اور کنجوسی اختیار کی اور گندہ دہنی کی وجہ سے ابوالذباں کا لقب پایا۔ خلیفوں میں وہ پہلا ہے جس نے خلفاء کے حضور میں بولنے اور کلام کرنے کو منع کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روکا۔ جب مدینہ میں آیا تو کہا میں خلیفہ مداہن اور ضعیف الرائے نہ ہوں۔ (یعنی معاویہ اور یزید) ہمارے پاس ہر بات کا علاج تلوار سے ہوتا ہے۔ قسم خدا کی جو آج کے بعد مجھ کو تقویٰ و پرہیزگاری کو کہے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ کشف الحقائق 22 تا 25

ولید بن عبدالملک

ولید کے متعلق مسعودی لکھتا ہے کان جبارا عنیدا۔ ظلوماً۔ غشوماً۔ کسی بچے کا نام ولید رکھتے تو حضرت رسالت پناہ اس سے کراہت کرتے اور فرماتے ولید فرعون کا نام تھا۔ میری امت میں بھی اس نام سے موسوم ہو گا جو فرعون ثانی ہو گا۔ وہ ولید بن عبدالملک ہوا۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ ولید شام میں حجاج عراق میں، عثمان بن حارہ حجاز میں، قرہ بن شریک مصر میں فرماں روا ہیں۔ جہان ظلم سے بھر گیا۔ کشف الحقائق ص 26

سلیمان بن عبدالملک

یہ شخص بے حد کھانے والا، تاریخ الخلفاء میں ہے کہ اس نے ایک دفعہ ستر انار چھ مرغیاں اور تین سیر کشمش چٹ کیں۔ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے لکھا جسے پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ آدمی تھا یا کوئی جن تھا۔ ایک مرتبہ بیس برے اسی (۸۰) روٹیوں کے ساتھ کھا گیا۔ پھر حسب دستور اور لوگوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا۔ طائف کے ایک باغ میں ڈیرہ تھا۔ ایک بکرا پانچ مرغیاں ایک کاسہ بڑا ستو چڑھا گیا۔ بعد میں باورچی سے پوچھا آج تو نے کیا پکایا ہے۔ باورچی نے بتلایا کوئی اسی دیگچیاں کھانوں کی تیار کی ہیں۔ ہر ایک کو منگوا کر ایک ایک دو دو لقمے ہر ایک میں سے لیے اس طرح ان کا نمک چکھا۔ پھر دسترخوان بچھا کر سب کے ساتھ بیٹھ کر اس طرح کھایا گویا پہلے کچھ کھایا ہی نہ تھا۔ سلیمان کی موت اسی بسیار خوری میں ہوئی۔

عمر بن عبدالعزیز

مروان نے عبدالملک کے بعد اپنے دوسرے بیٹے عبدالعزیز کو خلافت پر نامزد کیا مگر عبدالعزیز عبدالملک کی حیات میں ہی فوت ہو گیا۔ لہٰذا پسران عبدالملک نے عمر کو اسی کے بدلے میں اپنے درمیان لے لیا۔ اس نے سب و شتم امیرالمومنین حضرت علی موقوف کرایا اور فدک پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو متولی مقرر کیا۔ لوگوں نے ان کی باتوں سے ناخوش ہو کر عمر بن عبدالعزیز کو زہر دے دیا۔

یزید بن عبدالملک

اس نے عمر کے بعد اس کے تمام قانون و قاعدے بدل ڈالے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ چالیس بوڑھوں نے اس کے سامنے گواہی دی کہ خلفاء کے لیے نہ کوئی حساب کتاب ہے نہ عذاب عقاب پس پھر کیا تھا۔ کفر و عدوان۔ ذنب و عصیان کے دریا میں کود پڑا۔ پہلے ایک کنیز مسماۃ سلامتہ النفس منظور نظر ٹھہری اور تمام کاروبار اس کے حوالہ کیا پھر حبابہ اس پر حاوی ہو گئی۔ ناچ رنگ کی محفلیں گرم ہوئیں۔ اردن کے مقام پر ایک باغ میں گیا۔ حبابہ ساتھ تھی۔ لطف صحبت میں ایک نئی قسم کی دل لگی سوجھی۔ انگور کے دانے اس کی طرف پھینکتا اور وہ مونہہ سے اچک لیتی۔ اتفاقاً ایک دانہ حلق میں پھنسا۔ حبابہ کا سانس بند ہوا اور مر گئی۔ اس ناگہانی صدمہ سے کوہ غم یزید ٹوٹ پڑا۔ سات روز تک اس محبوبہ کی لاش کو دیکھتا رہا اور اس عرصہ میں اس مردہ سے چند بار زنا کیا جب امراء و خواص نے بہت لعنت ملامت کی تب اس کا پیچھا چھوڑا۔ اس صدمہ میں رہ کر خود دار فانی کو چھوڑا۔ کشف الحقائق 30-29

ہشام بن عبدالملک

پسران عبدالملک سے یہ چوتھا خلیفہ ہے۔ مروج الذہب میں ہے کہ ہشام' احوال چشم' درشت خود تندمزاج' حریص اموال اور کنجوس تھا۔ اس کے عہد میں باب خیرات بالکل بند ہوگیا۔ اس لیے اس کا زمانہ سخت ترین گنا جاتا ہے۔

ایک دفعہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ باغ میں گیا۔ انہوں نے کچھ پھل توڑے اور کھائے اور کہا خدا اس باغ کے پھلوں میں برکت دے۔ ہشام نے کہا برکت اب کس لیے تمام پھل تو تم کھا گئے۔ پھر مالی کو کہا کہ تمام میوہ دار درخت کاٹ دو اور اس کی بجائے زیتون کے درخت لگاؤ تاکہ کوئی پھل نہ کھا سکے۔

عقال بن شیبہ کہتا ہے کہ ہشام نے مجھے خراسان بھیجا تو وہ پوستین کی قبا پہنے ہوئے تھا۔ وہ تو مجھے کہتا تھا وہاں جاکر یہ کرنا وہ کرنا اور میں ٹکٹکی لگائے اس کی قبا کو دیکھ رہا تھا۔ پوچھا کہ اس کپڑے کو کیوں دیکھتا ہے میں نے کہا یہ وہی لباس ہے ناں کہ آپ خلافت سے پہلے اس کو پہنتے تھے یا کوئی اور رکھا وہی ہے۔

صلبی بیٹے کا گھوڑا ضعیف اور لاغر ہوگیا۔ اس نے دوسرا گھوڑا مانگا۔ باوجودیکہ چار ہزار گھوڑے طویلہ خاص میں تھے مگر بیٹے کو گھوڑا نہ دیا۔

ہشام نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو بہت ایذائیں دیں۔ مدینہ سے شام میں حضرت کو بلوایا۔ آخر زہر دیکر شہید کردیا۔ زید بن علی بن حسین نے 121ھ میں اسی کے لشکر کے ہاتھ سے کوفہ میں شہادت پائی۔ ان کا سر کاٹ کر شام بھیج دیا گیا اور برہنہ بدن ایک مقام پر لٹکا رہا۔ حتیٰ کہ عرصہ دراز کے وہاں سے اتار کر جلایا اور خاکستر کو ہوا میں اڑایا اور دریا میں بہایا گیا۔

عباسیوں کی حکومت آئی تو انہوں نے بنی امیہ سے ان کے مظالم کے خوب بدلے لیے۔ قبریں تک اکھاڑ پھینکیں۔ ہشام کی لاش کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس

نے زید کی لاش کے ساتھ کیا تھا۔ چونکہ ہشام کو روغن لگا کر دفن کیا گیا تھا لاش سالم نکلی۔ پہلے اس پر تازیانے لگائے گئے پھر جلا کر راکھ اڑا دی۔ معاویہ کی قبر سے مٹی کے سوا کچھ نہ نکلا۔ یزید کی قبر میں ایک طویل خاکستری لکیر نظر آئی۔ عبدالملک کی صرف کھوپڑی باقی تھی۔ یہ تمام کارنامے بخت نصر کے کارناموں سے زیادہ تھے۔ کشف الحقائق ص 31

ولید بن یزید بن عبدالملک

یہ بارہواں خلیفہ ہے ان کا جو بنی امیہ کے خلفاء کو شامل کرتے ہیں۔ مطابق صحیح بخاری اسلام کو عزت دینے والے یہ تھے اور جن کے بعد اسلام عزت' رونق اجتماع سب کچھ کھو بیٹھا اس کے قتل ہونے کے بعد اسلام میں فتنہ و فساد پھیل گیا اور حالات تبدیل ہوگئے۔ پھر مسلمانوں کو ایک امام پر جمع ہونا نصیب نہ ہوا۔ (سیوطی)

ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں کہ ہشام کے مرنے کے بعد ربیع الثانی 126ھ کو ولید خلیفہ ہوا۔ فاسق' فاجر' شراب خور' حرمات خدا کی ہتک کرنے والا حج کا قصد کیا تو خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب نوشی کی۔ اس کے فسق فجور کی وجہ سے لوگ دشمن ہوگئے اور جمادی الثانی 126ھ میں قتل ہوا۔

ولید شرب خمر و ارتکاب غنا اور منہیات شرعیہ کے علاوہ اپنے باپ کے ازواج تک سے زنا کیا اور حقیقی بھائیوں سے اغلام بازی کی۔ سلیمان بن یزید اس کے بھائی نے جب سر بریدہ اس کا نیزہ پر دیکھا تو کہا گواہی دیتا ہوں کہ وہ فاسق بدکار نہایت بے باق تھا۔ میرے ساتھ اغلام کرنا چاہتا تھا۔

حیوۃ الحیوان دمیری میں ہے کہ اس نے ایک کنیز سے بحالت مستی جماع کیا اتنے میں موذن نے آکر کہا نماز تیار ہے۔ ولید نے قسم شرعی کھا کر کہا۔ اس وقت یہی کنیز امامت کرائے گی۔ پس کنیز مردانہ لباس پہن کر مسجد میں گئی اور حالت نشہ و جنابت

میں جماعت کرائی۔

ولید نے ایک شراب کا حوض تیار کرایا۔ بحالت سرور اس میں گر پڑتا اور اس قدر شراب پیتا کہ حوض کے کناروں سے کمی دکھائی دیتی۔ ہٹی ص 277

اس کی مذہبی حالت کا نقشہ تاریخ دانوں نے کھینچا ہے۔ مشہور ہے کہ اس بدبخت نے ایک دفعہ قرآن کھولا تو یہ آیت نکلی۔ و خاب کل جبار عنید یعنی ہر جابر شخص نامراد ہوا۔ یہ دیکھتے ہی غصہ میں بھر گیا اور قرآن کو یہ کہہ کر پارہ پارہ کر دیا کہ اتھدد کل جبار عنید ہر ایک جبار عنید کو دھمکی دیتا ہے یہ لے میں جبار عنید ہوں۔ ہسٹری آف عرب ہٹی 227

اذا ما جعت ربک یوم حشر وقل یارب مزقنی الولید

جس وقت روز قیامت اپنے خدا کے ہاں حاضر ہو تو کہنا اے پرورگار ولید نے مجھے پارہ پارہ کر دیا۔ حضور اکرم سرور کائنات کی نسبت یہ شعر کہے۔

تلعب بالخلافتہ ہاشمی

فلا وحی اتاہ ولا کتاب

محمد مصطفیٰ ہاشمی نے حکومت و بادشاہی سے کھیل کیا۔ نہ کوئی وحی ان کے پاس آئی نہ کوئی کتاب نازل ہوئی۔

یہ تھے حالات ان بادشاہوں کے جو خلیفہ کہلائے۔

باب 2

حق امامت وارث علم و تبرکات

البصائر میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

1۔ کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو اس سے پہلے کہ آپ دنیا سے مفارقت فرمائیں آپ نے ایک صندوق جو آپ کے پاس محفوظ تھا منگوایا اور امام محمد باقر سے ارشاد فرمایا۔ اس صندوق کو اٹھا کر لے جاؤ۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ صندوق اتنا وزنی تھا کہ اسے چار آدمیوں نے مل کر اٹھایا۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام رحلت فرما گئے تو امام محمد باقر کے بھائی حاضر ہوئے اور صندوق میں رکھی ہوئی اشیاء کے دعویدار ہوئے۔ کہنے لگے اس صندوق میں رکھی ہوئی اشیاء میں ہمارا حصہ ہے ہمیں دیجئے۔ حضرت امام نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تمہارا حصہ نہیں۔ اگر تمہارا حصہ ہوتا تو پدر بزرگوار اس صندوق کو میرے حوالہ نہ کرتے اور سب کو ان کے حصے تقسیم فرما دیتے۔ اس صندوق میں جناب رسالت مآب کے کچھ ہتھیار اور اسلحہ اور کتب ہیں۔ بحار الانوار جلد 4 ص 31

2۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابن حزم کو خط لکھا کہ حضرت علی علیہ السلام اور جناب عمرؓ عثمان کے اوقاف کا حساب کتاب مجھے بھیج دو۔ ابن حزم نے زید بن امام حسن سے جو اولاد امام ہیں بلحاظ عمر بڑے تھے۔ رابطہ کیا اور اسبارہ میں پوچھا۔ تو زید نے کہا۔

امیرالمومنین کے بعد حق ولایت امام حسن کو حاصل ہوا اور ان کے بعد امام حسین اور پھر امام علی بن حسین کو یہ حق پہنچتا ہے اور اس کے بعد امام محمد باقر کو یہ حق ولایت حاصل ہوا لہٰذا یہ انہیں کے پاس بھیجے۔ امام جعفرصادق فرماتے ہیں ابن حزم نے میرے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے مجھے ایک خط دیکر روانہ کیا۔ میں نے ابن حزم کو وہ خط جاکر دیدیا بعض لوگ کہنے لگے کہ اسبات کو امام حسن کے صاحبزادے سمجھتے تھے۔ ابن حزم نے کہا یہ تو ایسا ہی ہے جسے معلوم ہے کہ یہ رات ہے پس وہ ان سے حسد میں گرفتار ہیں۔ اگر وہ حق کو حق کی صورت میں طلب کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا لیکن وہ دنیا کے طلبگار ہیں۔

اعلام الوری ص 260 ایک بار امام زین العابدین ایسے بیمار ہوئے کہ اس میں ان کی رحلت واقعہ ہوگئی۔

چنانچہ حضرت امام نے اپنے آخری وقت اپنے فرزندوں امام محمد باقر' حسن' عبداللہ' عمر' زید اور حسن کو جمع کیا اور اپنے فرزند امام محمد باقر کو وصیت فرمائی اور انہیں باقر کا لقب عطا کیا اور سب لوگوں کے معاملات کو ان کے سپرد فرمایا اور اس طرح وصیت فرمائی کہ بیٹا علم عقل کا رہنما ہے اور عقل علم کی ترجمانی کرتی ہے۔

جان لو کہ علم ایک بہتر محافظ ہے اور زبان بہت زیادہ غلط گو۔ بکواس کرنے والی چیز ہے۔ بیٹا دنیا کی پوری پوری اچھائی دو باتوں میں آگئی ہے۔ یہ سمجھو کہ معیشت اور معاشرت کی نیکی اور اصلاح ایک پیمانہ بھر ہے جس کا دو تہائی سمجھ بوجھ اور دانائی اور ہوشیاری ہے ایک حصہ بے التفاتی اور تغافل برتنا ہے جس سے واقفیت رکھتا ہے۔ بیٹا یہ بھی جان لو کہ زندگی گزارنے والے لحات تمہاری زندگی کو کم کررہے ہیں۔ تمہیں نعمت اس وقت نہیں ملتی جب

تک دوسری چلی نہ جائے۔ لہٰذا بڑی بڑی امیدوں سے بچتے رہو۔ کتنے ایسے آرزوئیں رکھنے والے لوگ ہیں جن کی آرزو پوری نہیں ہوتی۔ کتنے ایسے مال جمع کرنے والے ہیں کہ انہوں نے اس سے کچھ نہیں کھایا اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو دل میں رنج لئے ہوئے دولت یونہی چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ شاید وہ مال انہوں نے ناجائز طور پر جمع کیا ہو اور کسی کا حق مار لیا ہو اور وہ مال حرام کی کمائی ہو پھر اسے وراثت میں چھوڑا ہو۔ ایسے آدمی اس کا بوجھ اٹھائیں گے اور خدا کی طرف یہ بار بوجھ لے کر جائیں گے۔ یقیناً یہ کھلا ہوا گھاٹا ہو گا۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 22۔23

معجزات امام محمد باقر علیہ السلام

1۔ ابو بصیر روایت کرتا ہے کہ ہم امام محمد باقر کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ مسجد میں آجا رہے تھے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا۔ ذرا لوگوں سے پوچھو کہ وہ امام کو دیکھ رہے ہیں۔ پس جس شخص سے پوچھتا کہ آیا تم نے ابو جعفر کو دیکھا ہے وہ کہتا نہیں۔ حالانکہ حضرت وہیں کھڑے تھے یہاں تک کہ ابو ہارون مکفوف (نابینا) مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو میں نے اس سے جاکر پوچھا کہ تم نے ابو جعفر کو دیکھا ہے اس نے کہا کیا یہ آنحضرت نہیں کھڑے ہیں۔ میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا۔ اس نے کہا کیسے معلوم نہ ہو آپ تو نور درخشندہ ہیں۔ (احسن المقال جلد دوئم ص 168)

2۔ محمد بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شامی جس کی رہائش مدینہ میں تھی جناب امام محمد باقر کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا اور آپ کی صحبت آکر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن آپ سے کہنے لگا۔ اے محمد آپ

کی مجلس میں مجھے شرم آتی ہے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ مجھ سے زیادہ اہل بیت سے دشمنی رکھنے والا روئے زمین پر کوئی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کی دشمنی میں خدا اور رسول و امیرالمومنین کی اطاعت ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ صاحب فصاحت و بلاغت ہیں۔ ادب اور حسن کلام میں امتیازی شان رکھتے ہیں اور میرا یہ آنا جانا اس وجہ سے ہوتا ہے۔ حضرت امام نے اس کے لیے اچھے الفاظ استعمال کیے اور فرمایا۔ خدا سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شامی بیمار ہوگیا۔ جب بیماری بڑھ گئی تو اپنے قریبی عزیز سے کہا کہ تم مجھ پر کپڑا ڈال دو تو امام محمد باقر علیہ السلام کو بلانا اور ان سے درخواست کرنا کہ میرے جنازے کی نماز پڑھا دیں اور امام کو یہ بھی بتلا دینا کہ مجھے مریض نے حکم دیا ہے۔ عزیزوں کو یقین ہوگیا۔ جسم ٹھنڈا ہوگیا اور مرچکا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس کا وارث مسجد میں آیا اور حضرت نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ تو اس شخص نے عرض کیا کہ شامی فوت ہوگیا ہے۔ اس کی درخواست تھی کہ آپ اس کا جنازہ پڑھائیں۔ آپ نے کہا ہرگز نہیں شام کا علاقہ ٹھنڈا ہے اور حجاز میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ جاؤ اس کے دفن میں جلدی نہ کرنا پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور سجدہ میں چلے گئے حتیٰ کہ سورج نکل آیا۔ پھر اس شامی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ آواز دی تو اس نے جواب دیا۔ امام اس کے پاس گئے اور سہارا دیکر بٹھایا اور ستو منگا کر اسے پلایا اور اہل خانہ کو فرمایا اسے شکم سیر کرو اور ٹھنڈی غذا دو۔ اس کے سینہ کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔ اس کے بعد آپ تشریف لے آئے۔ ابھی کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ شامی تندرست ہوگیا۔ اور حاضر خدمت امام ہوا۔ تنہائی میں کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کی مخلوق پر حجت ہیں اور اس کا وہ دروازہ ہیں جو آنے کا صحیح راستہ ہے جو شخص آپ کے سوا

کسی دوسرے دروازہ سے آیا وہ نامراد اور گھاٹے میں رہا۔ حضرت امام نے پوچھا کہ تجھ پر کیا گزری تو کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ میری روح اس سے باخبر ہے یعنی جانتا ہوں اور میں نے آنکھوں سے بھی دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے حیرت میں نہیں ڈالا۔ آواز دینے والے کو میں نے اپنے کانوں سے کہتے سنا جب میں نیند کے عالم میں بھی نہ تھا کہ اس کی روح کو لوٹا دو کہ اس کے لیے ہم سے جناب امام محمد بن علی نے اس بارے میں سوال کیا۔ اس پر حضرت نے امام نے فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں۔ کہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے اور اس کے عمل کو دوست رکھتا ہے۔ پھر وہ شخص حضرت کے اصحاب میں داخل ہوگیا۔ (بحارالانوار جلد 4 ص 26-25)

3۔ سدیر نے کہا کہ میں ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک یمنی آیا تو آپ نے یمن کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ تم یمن میں فلاں فلاں گھر کو جانتے ہو۔ کہا میں نے وہاں اس گھر کو دیکھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا اس گھر کے پاس ایک چٹان ہے کیا تم اس سے واقف ہو۔ یمنی نے کہا آپ سے زیادہ شہروں کے حالات کا جاننے والا کسی کو نہ دیکھا ہے۔ یمنی جب جانے کو کھڑا ہوا تو امام نے فرمایا۔ اے ابوالفضل یہی وہ چٹان ہے کہ حضرت موسیٰ نے غصہ کی حالت میں توریت کی تختیاں پھینک دی تھیں لیکن اس چٹان نے توریت کا کوئی حصہ ضائع نہیں کیا۔ یہ تختیاں رسول اکرم کی طرف آئیں جو اب ہمارے پاس ہیں۔ (بحارالانوار جلد 4، ص 26-27)

4۔ عمر بن حنظلہ سے منقول ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت عرض کیا کہ میں یہ سمجھ لوں کہ آپ کی نگاہ میں کوئی میرا مقام ہے؟ تو حضرت نے فرمایا۔ ہاں ایسا ہے۔ عمر بن حنظلہ کہتے ہیں میں نے

عرض کیا کہ حضور میری ایک حاجت ہے۔ پوچھا وہ کیا حاجت ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے اسم اعظم تعلیم فرما دیں۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ تم اس کی برداشت کی طاقت و صلاحیت رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں حضور۔ طاقت ہے۔ امام نے فرمایا اس مکان کے اندر جاؤ۔ عمر بن حنظلہ کہتے ہیں کہ حضرت گھر میں داخل ہوئے اور زمین پر اپنا ہاتھ رکھا تو مکان میں اندھیرا چھا گیا۔ یہ دیکھ کر عمر بہت گھبرائے اور کپکپی طاری ہو گئی جس پر امام نے فرمایا اب کیا کہتے ہو کیا اس حالت میں تمہیں اسم اعظم کی تعلیم دوں۔ تو عمر نے کہا نہیں۔ پھر امام نے اپنے ہاتھ کو اس جگہ سے ہٹا لیا تو پھر گھر سے اندھیر جاتا رہا۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 27)

5۔ عبداللہ بن عطا مکی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ مجھے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کا شوق ہوا۔ اس وقت میں مکہ تھا جب یہ شوق پیدا ہوا چنانچہ میں مدینہ پہنچا اور حضور کی زیارت کا شوق تھا لیکن اس رات شدید بارش ہوگئی اور سخت سردی تھی۔ چنانچہ آدھی رات امام کے دروازے پر پہنچا اور اپنے دل میں کہا کہ اس وقت تو دروازہ پر دستک نہیں دوں گا اور صبح ہونے کا انتظار کروں گا۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت امام کی آواز سنی کہ کنیز سے فرماتے۔ ابن عطا کے لیے دروازہ کھول دو۔ اس وقت وہ سردی کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ کنیز نے دروازہ کھولا اور میں امام کی خدمت میں پہنچ گیا۔ (کشف الغمہ جلد 2 ص 349)

6۔ عبدالرحمان بن کثیر سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ایک وادی میں سے گزر ہوا۔ آپ نے وہاں ایک خیمہ لگایا پھر حضرت ایک درخت خرما کے قریب تشریف لائے۔ وہاں آپ نے کچھ اس طرح حمد الٰہی کی کہ میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ پھر فرمایا اے درخت جو

کچھ خدا نے تجھے دیا ہے اس میں سے کھانے کے لیے مجھے بھی کچھ دے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ اس میں سے سرخ اور زرد کھجوریں گرنے لگیں۔ آپ نے انہیں تناول فرمایا اور ابوامیہ جو آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ کھجوریں کھائیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا یہ آیہ مبارکہ پڑھی۔ وھزی الیک بجذع التخلته تسقط علیک رطبا جنیا سورہ مریم 25۔ خرمے کی شاخ پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر پکے تازہ خرمے چھوئیں گے۔ فرمایا۔ ہمارے لیے اسی طرح ہے جس طرح حضرت مریم کے لیے نازل ہوئی۔ (بحارالانوار جلد 4 ص 28)

7۔ ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے سنا آپ اہل افریقہ میں سے ایک شخص سے کہہ رہے تھے کہ راشد کیسا ہے۔ اس نے کہا عرض کیا جب میں اپنے وطن سے نکلا تو وہ زندہ و سلامت تھا اور اس نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے حضرت نے فرمایا۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ اس نے کہا تو کیا راشد مرگیا۔ فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کیا کس وقت۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے نکلنے کے دو دن بعد۔ اس نے کہا خدا کی قسم اسے کسی قسم کی مرض و تکلیف نہ تھی۔ امام نے فرمایا۔ جو کوئی مرتا ہے کسی بیماری کی وجہ سے مرتا ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کے راشد کون ہے۔ فرمایا۔ ہمارے موالیوں اور محبوں میں سے ایک شخص ہے۔ پھر فرمایا۔ جب تم سمجھو کہ ہماری آنکھیں ایسی ہیں جو تمہیں نہ دیکھ سکیں اور ہمارے کان ایسے ہیں جو تمہاری آوازوں کو سن نہ سکیںہ۔ تو تم نے برا خیال کیا۔ خدا کی قسم تمہارے اعمال ہم سے پوشیدہ نہیں۔ بس ہم سب کو حاضر سمجھو اور اپنے آپ کو اچھی چیزوں کا عادی بناؤ اپنے شیعوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہوں۔
(احسن المقال جلد دوئم صفحہ 169)

8۔ ابوالصباح کنانی جب امام محمد باقر علیہ السلام کے دروازے پر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو اس سے ایک امر منکر سرزد ہوا۔ وہ روایت کرتا ہے کہ اچانک آپ کی آواز بلند ہوئی کہ داخل ہو۔ تیری ماں نہ ہو۔ پس میں مکان کے اندر داخل ہوا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ حرکت بری نیت سے نہ کی تھی یقین کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ تھا۔ فرمایا سچ کہتے ہو۔ اگر خیال کرو یہ دیواریں ہماری نگاہوں کے لیے بھی حائل اور مانع ہیں جس طرح تمہاری نگاہوں کے لیے حائل ہیں تو تم میں ہم میں فرق کیا رہا۔ پس بچو اس سے۔ پھر ایسا کام نہ کرنا۔ (احسن المقابل جلد 2 ص 177)

9۔ ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کیا آپ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں فرمایا۔ ہاں۔ تو میں نے عرض کیا کہ آنحضرت تمام انبیاء کرام کے وارث ہیں اور ہر اس امر کے عالم ہیں جس کا انہیں علم تھا۔ ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ ہاں۔ پھر میں نے عرض کمیا کہ کیا آپ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کر دیں۔ پیدائشی نابینا اور جزام اور برص میں مبتلا آدمی کو شفا عطا فرمائیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ خداوند عالم کے اذن اور اس کی مرضی سے ہم اس کی قدرت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ اے ابو محمد قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو آپ نے میری آنکھوں اور چہرے پر ہاتھ پھیرا تو میں بینا ہوگیا۔ میں نے زمین و آسمان اور گھر کی تمام اشیاء کو دیکھ لیا پھر حضرت نے فرمایا تم چاہتے ہو کہ اسی حالت میں رہ کر بروز قیامت عام لوگوں کی طرح امید و بیم میں رہو یا جیسے پہلے تھے۔ ویسے ہو جاؤ اور جنت تمہارے لیے ہو۔ میں نے کہا پہلی حالت میں رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا میں پھر نابینا ہوگیا۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 29)

10۔ ابصائر میں علی بن معبد سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حبابہ والبیہ امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت نے پوچھا حبابہ کیا بات ہے کہ تم ایک عرصہ کے بعد آئی ہو۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ میرے سر کے بالوں کی سفیدی بڑھاپے اور غموں کی زیادتی نے ایسا بنا دیا ہے۔ امام نے ارشاد فرمایا۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں۔ حبابہ کہتی ہے کہ میں حضرت کے قریب ہوئی تو آپ نے میرے سر کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا ذرا آئینہ تو لاؤ۔ میں نے آئینہ لیا اس میں دیکھا کہ میرے سر کے درمیان سارے بال سیاہ ہوگئے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میری خوشی میں امام بھی خوش ہوئے۔
(بحار الانوار جلد 4 ص 29)

11۔ جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنی حاجت مندی کی شکایت کی۔ فرمایا اے جابر ہمارے پاس درہم نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر گزری کہ کمیت شاعر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اگر آپ کی رائے ہو تو قصیدہ پیش کروں۔ فرمایا۔ پڑھو۔ کمیت نے قصیدہ پڑھا۔ جب ختم کر چکا تو آپ نے غلام سے فرمایا کمرے سے ایک تھیلی لا کر کمیت کو دے دو۔ وہ غلام تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی۔ کمیت نے عرض کی اگر آپ کی اجازت ہو تو ایک اور قصیدہ پڑھوں۔ فرمایا پڑھو۔ اس نے پڑھا۔ آپ نے غلام کو حکم دیا کہ دوسری تھیلی لا کر دے دو۔ کمیت نے عرض کیا تیسرا قصیدہ پڑھوں۔ فرمایا پڑھو۔ اس نے تیسرا قصیدہ پڑھا اور حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ ایک تھیلی کمرے سے لا کر دے دو۔ وہ بھی دے دی گئی۔ کمیت نے کہا خدا کی قسم میں نے طلب مال اور فائدہ دنیاوی کے لیے اپنی زبان آپ کی مدح کے لیے نہیں کھولی۔ رسول خدا کے صلہ جو خدا نے آپ کے حق ادائیگی کا فرض مجھ پر کیا وہ میں نے پورا کیا

ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہیں ہے۔ حضرت نے کمیت کے حق میں دعا کی اور فرمایا۔ اے غلام یہ تھیلیاں اسی جگہ پر واپس رکھ آؤ۔ غلام حکم بجا لایا۔ جابر کہتا ہے جب میں نے یہ دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا اور دل میں کہا کہ امام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے پاس کوئی درہم نہیں اور کمیت کے لیے تیس ہزار درہم کا فرمان جاری کر دیا۔ جب کمیت باہر چلا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے لیے فرمایا کہ میرے پاس کوئی درہم نہیں اور کمیت کے لیے تیس ہزار کا حکم دے دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر کھڑے ہو کر اس کمرے میں جاؤ جہاں سے درہم لائے گئے۔ پھر واپس ہوئے میں اس کمرے میں گیا تو وہاں درہم نہ پائے۔ باہر نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے جابر جو معجزات کرامات اور فضائل ہم نے تم سے چھپا رکھے ہیں وہ ان کی نسبت زیادہ ہیں جو تمہارے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں لے گئے اور زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ اچانک اونٹ کی گردن کی طرح سونے جیسی چیز زمین سے باہر نکلی اور فرمایا۔ اس معجزہ باہرہ کو دیکھو اور سوائے برادران دینی کے جن کے ایمان دینی سے مطمئن ہو کسی سے بیان نہ کرنا بیشک خدا نے ہمیں قدرت دی ہے کہ ہم جو چاہیں ویسا کریں۔ (احسن المقال جلد 4 ص 177-176)

12۔ عباد بن کثیر بصری سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ خدا پر مومن کا کیا حق ہے۔ تو آپ نے رخ پھیر لیا اور میں نے یہی سوال تین بار دہرایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا پر مومن کا یہ حق ہے کہ اگر وہ اس کھجور کے درخت سے کہے کہ اس کی طرف چلا آئے تو وہ آجائے۔ عباد کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے درخت کو دیکھا جو قریب تھا کہ حرکت کرے تو امام نے اشارہ فرمایا کہ رک جا اس سے تو مقصود نہ تھا۔

(بحار الانوار جلد 4 ص 39)

13۔ علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ راوی بیان کرتا ہے کہ میں حج کے لیے جارہا تھا راستہ پرخطر اور انتہائی تاریک تھا۔ جب میں لق دق صحرا میں پہنچا۔ تو ایک طرف روشنی کی کرن نظر آئی۔ میں اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک سات سال کا ایک لڑکا میرے قریب آپہنچا۔ میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے اور آپ کے پاس زاد راہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ سنو خدا کی طرف سے آرہا ہوں اور خدا کی طرف جارہا ہوں۔ میرا زاد راہ تقویٰ ہے میں عربی النسل' قریشی خاندان سے ہوں۔ علوی نژاد ہوں۔ میرا نام محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہے یہ کہہ کر نظروں سے غائب ہوگئے۔ پتہ نہ چل سکا کہ آسمان کی طرف پرواز کرگئے یا زمین میں سما گئے۔ (شواہد النبوہ ص 183)

باب 3

اطاعت پرندگان و درندگان

1- محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ قمری کا ایک جوڑا خدمت امام میں آیا اور دونوں اپنی بولی میں کچھ کہنے لگے۔ حضرت امام نے اس بولی میں انہیں جواب دیا۔ پھر وہ اڑ کر ایک دیوار پر جا بیٹھے۔ تو نر نے اپنی زبان میں مادہ سے کچھ کہا اور وہ دونوں اڑ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ پر میں قربان ہو جاؤں۔ یہ پرندوں کا کیا معاملہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ابن مسلم ہر چیز کو خدا نے پیدا کیا ہے خواہ وہ پرندوں میں سے ہو یا چوپایوں میں سے ہو۔ یا کوئی جانور ہو۔ اولاد آدم سے زیادہ ہماری بات سنتے ہیں اور ہماری اطاعت کرتے ہیں۔ اس جوڑے میں سے نر کو اپنی مادہ کی طرف سے بدگمانی ہوگئی تھی۔ جس پر مادہ نے قسم کھائی کہ اس نے اس طرح کا کوئی کام نہیں کیا جسے نر نے قبول نہیں کیا تو مادہ نر سے کہنے لگی۔ کیا تو حضرت امام کے فیصلے پر راضی ہے۔ وہ دونوں مجھ پر رضامند ہوگئے۔ اور میں نے نر کو بتایا کہ وہ اپنی مادہ پر ظلم کررہا ہے۔ نر نے مادہ کو سچا پایا۔ یہ ہے امام کی حکومت۔

(بحار الانوار جلد 4 ص 30)

2- امام جعفر صادق نے فرمایا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا مکین کی طرف گزر ہوا آپ کے رفیق ابو امیہ محمل میں تھے تو ایک قمری پر نظر پڑی۔ جو آپ کے محمل کے ایک طرف آبیٹھا تھا۔ ابو امیہ نے اسے ہاتھ سے اڑانا چاہا۔ جس پر

امام نے فرمایا اے ابو امیہ پرندہ اہل بیت کے ذریعہ اپنی حفاظت کی تلاش میں آیا ہے۔ میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس سے سانپ کو دور کرے جو ہر سال آتا ہے اور اس کے بچوں کو کھا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ سانپ اس سے دور ہو گیا ہے۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 30)

3۔ محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ ہم سفر کر رہا تھا کہ میں گدھے پر سوار تھا اور حضرت خچر پر۔ اچانک ایک بھیڑیا پہاڑ سے اترا اور حضرت کی طرف بڑھا۔ آپ نے خچر کو روک لیا اور بھیڑیا قریب آگیا اور زین کی پشت کے اگلے حصہ پر اپنا پنجہ رکھ دیا اور اپنی گردن امام کے قریب لے گیا۔ حضرت امام نے تھوڑی دیر کے لیے اپنے کان اس بھیڑیے کے قریب کر دیئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جا میں نے کر دیا۔ یہ سن کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا چلا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ پر قربان ہو جاؤں میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے۔ حضرت نے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں نے اس سے کیا کہا۔ میں نے کہا آپ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میری مادہ پہاڑ پر ہے اور اس پر بچہ کا جننا دشوار ہو گیا۔ لہٰذا آپ بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائیں کہ وہ اس تکلیف کو اس سے دور کرے اور میری نسل سے کسی کو آپ کے شیعوں پر مسلط نہ کرے۔ تو میں نے اس کہا میں نے دعا کر دی۔ (کشف الغمہ جلد 2 ص 348' بحار الانوار جلد 4 ص 30)

باب 4

امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے کے مذاہب

زرتشت اور ان کا مذہب

ایران کے فلسفہ کے بانی زرتشت تھے۔ یہ تاریخی زمانہ کے نزدیک ہی تھے۔ یہ کس زمانہ میں اس پر اتفاق نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے بارہ صد پہلے گزرے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ان کا زمانہ 660 ق م سے 583 ق م تھا۔ یہ آذربائیجان کے رہنے والے تھے۔ شہرستانی ملل و النحل میں لکھتے ہیں کہ زرتشت نبی ورسول کے گئے ہیں یہ تیس سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے۔ مشرقی ایران میں خراسان تک گئے۔ انہوں نے گشتاسپ کیانی شہنشاہ کو اپنے دین میں داخل کرلیا۔ اس پر اس دین کو ترقی ہوئی۔ اس دین کا ایک اصول تھا کہ اس کے ماننے والا مغلوب نہ ہو گا۔ گشتاسپ تورانی بادشاہ کو خراج دیا کرتا تھا ارجاسپ نے خراج مانگا اور کہا اس دین سے توبہ کرو۔ ورنہ میں تم پر چڑھائی کروں گا۔ آخرکار لڑائی ہوئی جس میں گشتاسپ کا وزیر زریر قتل ہوا لیکن شہزادہ اسفندیار خوب بہادری سے لڑا اور میدان مار لیا۔ پھر تو زرتشتی دین دوسرے مقامات پر بھی پھیل گیا۔

زرتشت کا مذہب

جناب زرتشت نے اپنے ملک کے مختلف خداؤں کی بجائے خدا واحد کی پرستش کی۔ زرتشتیوں کا کہنا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے خدا اہورا مزدا کو دیکھا اور اس نے ان سے کلام کیا اور ان کو اپنا پیغمبر مقرر کیا۔ اس ضمن میں یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ مہاتما بدھ نے بھی گیان دھیان میں خدا کی

روشنی دیکھی جس سے ان کا دل منور ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب ارنی کہا۔ جواب آیا۔ لن ترانی۔ ہم کلام ضرور ہوئے۔ یہ اور بات ہے کہ دیدار کسی کو نہ ہوا۔ یہ معاملہ بحث طلب ہے۔

زرتشت نے وحدت خداوندی کی تعلیم دی۔ زراعت پر زور دیا۔ لوگوں کو پاک وطاہر رہنے کی ہدایت کی۔ ان کے نزدیک پانی اور آگ زیادہ پاک کرنے والے عناصر تھے۔ روح کو غیرفانی قرار دیا۔ انہوں نے رہبانیت کو دور کیا جبکہ ان دنوں میں یہ عام تھی لوگوں کو نکاح کرنے کی ہدایت کی۔ اولاد کو تعلیم دینے پر زور دیا۔ جھوٹ مت بولو۔ بہت سی کتابیں لکھیں۔ زرتشت پہلے شخص ہیں جنہوں نے روح کے غیرفانی ہونے کی تلقین کی۔

زرتشت کی مذہبی کتاب ژند اور اس کے پیروؤں نے گاتھا مرتب کر لیے جس پر انہوں نے نئے مذہب کی تعلیم دی۔ ان کے مطابق دو ہستیاں ایک بنانے والی دوسری بگاڑنے والی۔ مادہ خود قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کو اہورا مزدا نے بنایا ہے جو زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا تو دو حالتوں میں ظاہر کرتا ہے۔ ایک حالت تو مستقل نور و زندگی اور نیکی ہے دوسری ہلاک کرنے والی اندھیری ہے۔ موت و شر ہے۔ انسان تین اجزا سے مرکب ہے۔ روح۔ ارادہ۔ مادہ۔

عقائد:

(i) دنیا کی بہترین زندگی یہ ہے کہ زرتشت کے ماننے والا اپنا گھر بنائے۔ مویشی رکھے۔ آگ کو قائم رکھے۔ بیوی بچے ہوں۔ کتا ضروری ہے۔ کھیتی باڑی کرنا شد ضروری ہے۔ پھل اور اناج پیدا کرے۔ روزے رکھنے سے قطعاً منع نہ کیا گیا۔

(ii) روزازل سے دو خدا رہے ہیں۔ یزداں اور اہرمن اور ان دونوں میں ہمیشہ لڑائی رہی ہے۔ بنی نوع انسان پر جب مصیبت آتی ہے تو سمجھو کہ بدی کے خدا یعنی اہرمن کی جیت ہوئی ہے۔ جب خوشی اور راحت ہو تو یزداں غالب آیا ہے۔ اہرمن نے تمام برے جانور پیدا کیے ہیں۔ سانپ' درندے' مکھیاں' حشرات الارض' چیونٹیاں' جو کہ زراعت کو خراب کرتی ہیں۔
یزدان نے اچھی چیزیں پیدا کیں۔ کتے جو گھروں کی حفاظت کرتے ہیں۔

(iii) زرتشتی زمین کی پاکیزگی اور طہارت کا یہاں تک خیال کرتے تھے کہ مردہ کو زمین میں دفن نہیں کرتے تھے بلکہ اونچے مینار میں رکھ دیتے۔ جہاں گدھ وغیرہ نوش کر جاتے۔ انسان بیمار ہو جائے تو اس کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور ڈرتے تھے کہ برائی کا بھوت انہیں نہ چمٹ جائے۔ گائے پیشاب کو پاک سمجھتے تھے۔ آگ کی تعظیم کرتے ہیں۔ کوئی چراغ کو منہ سے گل نہ کرے حقہ پینا منع ہے۔

حیات بعد از ممات

موت کے بعد زندگی کا تخیل ان کے ہاں اس طرح ہے جب زرتشت نے خدا اہورا سے پوچھا کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے تو اس نے بتلایا کہ مرنے کے تین دن بعد تک روح مردہ جسم کے سر کے پاس رہتی ہے۔ اگر نیک آدمی تھا تو اس کو راحت اور خوشی ملتی ہے۔ اگر بد تھا' تو روح تین دن تک بہت تکلیف میں رہتی ہے اور چوتھی صبح نہایت خوشبودار نسیم چلتی ہے اور ایک پل پر آتی ہے جو دوزخ کے اوپر بچھا ہوا ہے۔ اس کو جدائی کا پل کہتے ہیں۔ پل چنوت' چنوت کے معنی جدائی ہے۔ اگر وہ روح اچھی ہے تو ایک خوبصورت باکرہ لڑکی ملتی ہے وہ اسے اہورا مزدا کے پاس لے جاتی ہے۔ جہاں وہ روح ہمیشہ رہتی ہے۔ اگر بدروح تو ایک بدصورت

بوڑھی ملتی ہے وہ روح اس پل پر سے نہیں گزر سکتی اور نیچے جہنم میں گر جاتی ہے اور اہرمن کی غلام بن کر رہتی ہے۔

زرتشتی جنت

ان کی جنت اسی دنیا میں ہے اور کوہ البرز پر ہے۔ اس کی چوٹی خدائے اہورا مزدا کے رہنے کی جگہ ہے جس کی فضا ہمیشہ گیتوں اور گانوں سے بھری رہتی ہے۔ اس کی چوٹی پر نہ اندھیرا ہوتا ہے نہ سردی نہ بیماری۔ یہ پہاڑ آجکل بہت خوبصورت ہے۔ سیاح لوگ سیر کے لیے اس پہاڑ پر جاتے ہیں۔ سکندر اعظم نے ہندوستان کے راجہ پورس کو شکست دے کر بدھ مذہب کے لوگوں کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ مشرقی ایران جو اب افغانستان' بخارا' و خراسان کہلاتے ہیں بدھ مت اچھی طرح ان میں پھیل گیا لیکن اصل مذہب زرتشتی ہی رہا۔ اس مذہب نے دوسری شکل جس کو متھرا ازم کہتے ہیں اختیار کرلی۔ متھرا کے معنی درست ہیں۔ متھرا نور اور عقل کا خدا تھا جو اس مذہب میں داخل ہوتا تھا اسے خون سے نہلاتے تھے۔ (نور المشرقین 442 تا 444)

زروانی مذہب

تیسری صدی عیسوی کے شروع کا زمانہ تھا کہ ایران میں اس زمانہ میں ایک شخص جس کا نام ارسق تھا ظاہر ہوا۔ اس نے اپنی زروانی تھیوری قائم کی۔ زروان کے معنی ہیں زمانہ یاد ہر۔ اس کا خیال تھا کہ تمام عالم کا آخری سبب دہر (زمانہ) ہی ہے۔ اس خیال نے یہاں تک زور پکڑا کہ اہورا مزدا زرتشتی خیال بھی اس کے آگے ماند پڑ گیا۔ اس زروان کے دو مددگار جنت یا دوزخ۔ خلا اور روشنی تھے۔ ساسانی زمانہ کے بہت سے راہب زروانی تھے۔ قرآن شریف میں اس کا تذکرہ آتا ہے۔

دقالوا ماھی الا حیاتنا الدنیا۔ نموت و نحیا و مایھلکنا الاالدھر وما لھم بذالک من علم ج ان ھم الا یظنیون

45/24۔

وہ لوگ کہتے ہیں ہماری زندگی تو بس دنیا تک ہے۔ یہیں مرتے اور جیتے ہیں۔ ہمیں تو زمانہ مارتا ہے۔ انہیں صحیح علم تو ہے ہی نہیں۔ یہ تو ان کا گمان ہی ہے۔

زروانی مذہب والے کہتے زندگی اور موت اسی دنیا میں ہی ہے۔ آئندہ زندگی کے قائل نہ تھے قرآن کریم نے سورہ دہر میں۔ اس دہر والے خیال کی تردید کی ہے۔ جہاں فرمایا۔ زمانہ تو ایک حالت ہے۔ وہ حالت ہم انسان پر وارد کرتے ہیں۔ پہلے کچھ نہ تھا۔ ہم نے اس کو پیدا کیا اور علم و نطق عطا کیا۔ پھر اعلیٰ منزل تک پہنچایا۔ پھر انسان کی صفات بیان فرمادیں۔ وہ صفات آل محمد کی ہیں۔ انسان ہی زمانہ کو بناتے ہیں۔

یوفون بالنذر۔ ویطعمون الطعام علی حبہ۔

یعنی زمانے میں کیا طاقت ہے کہ ایسے انسان پیدا کرے۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خود ہستیاں جو دہریت اور ارتقاء کی تردید کرتی ہیں۔

ستاروں کی پرستش

زروانی مذہب نے ستاروں کو بہت اہمیت دی ہے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ ستارے ہی انسان کی قسمت بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ ستاروں پر اعتقاد کسی زمانہ میں عام تھا اور تمام دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ نجومیوں نے ہر ایک انسان کے لیے ایک ستارہ مقرر کیا۔ مصریوں اور یونانیوں کے بہت سے خدا آخر ستاروں میں تبدیل ہوگئے۔ یہ

عقیدہ ابھرا کہ چاند سورج ستارے اور سیارے خدا ہیں اور ان کی پوجا ہونے لگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خیال کو ختم کر دیا تھا کہ ڈوب جانے والا خدا نہیں ہو سکتا اور بتوں کے خلاف ایکٹ کیا۔

آج کل بھی سال کی تقسیم ستاروں کے مطابق پیدائش کے وقت پر تحویل کی جاتی ہے۔ اخباروں میں یہ ہفتہ آپ کے لیے کیسا رہے گا وغیرہ وغیرہ طبع ہوتا ہے لوگ اس کو پڑھتے ہیں اور جنم دن کی تطبیق اس سے کرتے ہیں۔

ویصانی مذہب

یہ ایرانی تھا اور اپڈیسر میں پیدا ہوا 222ء میں ایک مذہب جاری کیا۔ جس کو ویصانی مذہب کہتے تھے۔ ویصانی مذہب کا ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ جس نے آپ سے کئی دفعہ مباحثہ کیے اور مغلوب ہوا۔ یہ الیگزنڈریا کے بشپ کلیمنٹ کا استاد بھی رہا۔ اس نے نیک و بد کے دو عقائد کو اختیار کیا۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت کا جسم مٹی کا خمیر نہ تھا بلکہ جسم روحانی تھا اس کا مذہب عیسائیت اور زرتشت کا مرکب تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سارا عالم ایک اعلیٰ ترین ہستی کے جسم سے نکلا ہے۔ پہلے عقل روح میں آتی ہے اور روح جسم میں داخل ہوتی ہے۔ شر کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔ انسان اپنے فعل کا مختار ہے لیکن موت، مرض، مصائب اور دیگر دنیا کے معاملات میں تقدیر کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں گویا زندگی کے تین عناصر ہیں ارادہ، قسمت اور نیچر ہیں دوبارہ زندگی بعد از موت کا قائل نہ تھا۔

مانی اور اس کا مذہب

مانی 215 یا 216ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ نیشاپور کا رہنے والا تھا۔ پھر وہ ہمدان چلا گیا۔ اس کے بعد مدائن میں آن کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اپنی پیغمبری

کا اعلان 20 مارچ 242ء کو کیا۔ یہ وہی دن تھا جس دن بادشاہ شاہ پور تخت پر بیٹھا تھا پھر کچھ عرصہ بعد شاہ پور نے اسے جلاوطن کردیا۔ یہ ہندوستان' تبت کی طرف چلا گیا۔ البیرونی کتاب الہند میں لکھتا ہے کہ مانی ہندوستان میں آکر مسئلہ آواگون کا قائل ہوگیا تھا۔ ہندوازم سے کافی متاثر تھا صفحہ نمبر50۔ بہرام اول کے زمانہ میں جب اس نے جلاوطنی کی خلاف ورزی کی تو یہ قتل کردیا گیا۔ بہرام نے صرف تین سال حکومت کی۔

جب مانی نے تبلیغ شروع کی تو شاہ پور نے اس کا مذہب قبول کرلیا۔ یہ تبدیلی مذہب عوام کو بری لگی۔ دس سال اسی طرح گزر گئے۔ ملک کے مذہبی رہنما شاہ پور کے پاس گئے اور فریاد کی کہ مذہب خراب کررہا ہے۔ شاہ پور نے مناظرہ کروایا جس میں مانی کو شکست ہوئی۔ شاہ پور نے مانی کا مذہب چھوڑ کر زرتشتی مذہب اختیار کیا اور مانی کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ بھاگ کر ہندوستان چلا گیا۔ مانی نو سال ہندوستان اور تبت میں رہا۔ جب بہرام تخت نشین ہوا۔ وہ عیش و عشرت میں مشغول رہنے لگا تو مانی نے سمجھا اب موقع ہے۔ بہرام نے مناظرہ کرایا اور قید کردیا۔ اگلے روز جلادوں نے کھال کھینچ کر بھوسہ کھال میں بھر دیا۔ مانی کا مذہب بھی عیسائیت اور زرتشتی مذہب کا مرکب تھا جس نے زروانی مذہب کو بالکل مغلوب کرلیا۔ اس نے مادہ کو روح کے لیے ظرف قرار نہیں دیا بلکہ اس کے خیال میں مادہ روح کو جذب کرلیتا ہے۔ وہ اپنے اندر اچھی اور بری طاقتوں کو لے لیتا ہے۔ انسان کی روح ارادہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور عقل کی روشنی سے کام کرتی ہے اور دونوں طاقتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ شرکت کرنی پڑتی ہے اس طرح روح خود اپنی تشکیل کرلیتی ہے اور اپنی قسمت خود بنالیتی ہے۔

ظاہری دنیا نور اور ظلمت کی آمیزش سے بنی ہے اور یہ آمیزش غیر فطری ہے۔ لہٰذا ان میں جدائی لازمی ہے۔ مادہ بالکل بے عقل اور بے بصیرت شے ہے۔

جب روح اس میں مل جائے تو اس وقت کارفرما ہوتا ہے آخر مادہ ضرور اندھیری خندق میں جا گرے گا۔ روح کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو مادہ کی قید سے آزاد کرلے۔ روح کی طہارت ترک لذات سے ہوتی ہے۔ مانی کے مذہب کا جزو اعظم ترک لذات ہے۔ بت پرستی، جھوٹ، حرص، طمع، قتل و غارت، جادو مکر و فریب ان باتوں کو چھوڑنا ضروری ہے۔ ایسی ہی تعلیم بدھ مت کی ہے۔

مانی کے نزدیک دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک صدیق دوسرے سماعون ایک استاد و رہنما، پیرو مرشد، دوسرے مقلدین، صدیق لوگوں کے لیے ترک لذات، ضروری، شادی خانہ آبادی، شراب گوشت، کسب ہنر، طلب رزق ممنوع تھا۔ ان کا فرض تھا کہ درویشانہ زندگی بسر کریں۔ سیاحت کریں۔ صرف ایک دن کا رزق اور ایک سال کا کپڑا ضروری تھا اور وہ بھی مرید سپلائی کرتے صدیق جیسی زندگی جیسا کہ ذکر بالا ہے اسلام میں منع ہے۔ دونوں ہاتھوں کی کمائی میں بلندی و پاکیزگی ہے۔

مانی کے مذہب کی اصل دو خداؤں کا ماننا ہے اور یہ دونوں ہی تمام عالم کے خالق ہیں نور و ظلمت نیکی بدی کے خدا، نیکی کا خالق بدی کے خالق سے الگ ہے۔ ان دونوں میں پانچ صفات مشترکہ ہیں۔ قوت باصرہ، شامہ، لامسہ، ذائقہ اور لامسہ اور ان قوتوں کے ذریعے سے خدا کو دیکھتے اور سننے اور علم حاصل کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ اگر ایک خدا ہوتا تو اس سے دو متضاد باتیں (نیکی بدی) پیدا نہ ہوتیں۔

مانی کا مذہب بھی عجیب مرکب شے ہے۔ اس نے بدھ مت اور بابل مت سے مصالحت کرکے ان سے بھی کچھ لیا۔ اس کی خاص کوشش تھی کہ زرتشتی مذہب اور مسیحیت کے اصولوں کی باہم آمیزش کرکے اپنا نیا مذہب بنائے۔ اس کوشش کے نتیجہ میں زرتشتی اور مسیحیت مذہب والے اس کے دشمن بن گئے۔

اسلام خدائے وحدہ لاشریک کو تمام عالموں کا رب و خالق واحد مانتا ہے۔ نور و ظلمت سب پر اس کی سلطنت حاوی ہے۔ دو خداؤں کو ماننا گرچہ مانی کا مذہب

لیکن اسلام اس عقیدہ کو یکسر باطل سمجھتا ہے۔ مانی مذہب کے ماننے والے مسلمانوں کے اقتدار کے زمانے میں چاہتے تھے کہ اسلام سے بھی کچھ تعلق پیدا کرکے مسلمانوں کو اپنی طرف کریں وہ کہتے کہ مانی کا انبیاء کے متعلق اعتقاد ہے کہ سب سے پہلے خدا نے حضرت آدم کو حکمت و علم سے معمور کرکے مبعوث کیا۔ پھر شیث کو پھر نوح اور ابراہیم کو پھر ہندوستان میں گوتم بدھ کو مبعوث کیا۔ زرتشت کو ایران میں۔ مسیح کلمتہ اللہ و روح اللہ کو روم و مغرب میں۔ مسیح کے پولوس کو بھیجا اور عرب میں خاتم النبین پیدا ہوئے۔

اسلام کو مانیوت سے کوئی لگاؤ نہیں لیکن پھر بھی بہت سے مسلمانوں نے دل سے مانی کا مذہب اختیار کرلیا۔ وجہ یہ ہے کہ اول تو ابھی اسلام کے اصول ان کے دل میں بتکرار عمل سے راسخ ہی نہیں ہوئے تھے۔ جب عرب سے مسلمان باہر آئے تو فورا اس طوفان سے ملاقی ہوئے جبکہ دوسرے مذہب میں انہیں اپنی مرضی اور قیاس کی اجازت مل گئی۔ مزید یونان کے فلسفہ و منطق نے ان میں نکتہ چینی و کج بحثی کی عادت پیدا کردی۔ ان لوگوں کو روح و مادہ۔ خیر و شر کے جال میں پھنسا دیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق نے اس جال کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔ آئندہ اسبارہ میں بحث ہوگی۔

مانی کے مذہب کا ایک گروہ صدیق کا لفظ استعمال کرتا۔ یہ عبرانی لفظ ہے رفتہ رفتہ فارسی میں زندیق ہوگیا جیساکہ مسٹر براؤن نے فارس کی ہسٹری میں لکھا ہے۔

جب مذہب کے اصول حکومت کو نقصان پہنچانے والے ہوں تو حکومتیں مذہب کی مخالفت کرتے ہوئے ان کو کمزور و نیست و نابود کردیتی ہیں۔ یہی حال مانی کے مذہب کا تھا۔ خلیفہ مہدی کے زمانہ میں زندیقوں کی اتنی کثرت ہوگئی تھی کہ اس نے ایک عہدہ دار الزنادقہ کے لیے مقرر کردیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کے خلاف جہاد کیا اور اسلام نے مانویت کو ختم کردیا۔ زرتشتی۔ مزدک۔ ویصافی اور مانی

ازم والے محمد باقر علیہ السلام سے آنکر بحث مباحثہ کرتے اور بخوشی ان کے عقائد اور خیالات درست کر دیتے۔ اس کے برعکس مسلمان ان سے ذرہ بھر فائدہ نہ اٹھاتے؟ بلکہ قدر و قضا۔ جبرواختیار کے عقائد میں آسان راستہ اسلام کے برعکس ڈھونڈتے۔ اس بات نے مختلف سکول اور ٹھاٹ قائم ہوئے۔

مزدک

مزدک تبریز کا باشندہ تھا اور زرتشت کے مذہب کا بڑا عالم تھا اس کا مذہب مانی ازم کی ترمیم شدہ شکل ہے۔ مانی کا عقیدہ تھا کہ مادہ اور روح کے ملنے کی وجہ سے یہ عالم ظہور پذیر ہوا۔ اس باہمی امتزاج کا باعث مادہ تھا لیکن مزدک نے کہا چونکہ مادہ میں عقل نہ ہے نہ ارادہ وہ اس امتزاج کا باعث نہیں بن سکتا۔ بلکہ روح خود مادہ میں داخل ہوئی۔ اس نے مادہ کو صاحب عقل و ارادہ بنایا اور یہ امتزاج اتفاقاً تھا۔ روح جو مادہ میں قید ہے۔ عقل اور ارادہ رکھتی ہے اور اس کو اپنی قید کا علم ہے اور اپنی رہائی کی کوشش کرتی رہتی ہے اور آزاد ہو کر جہاں سے آئی ہے اپنے منبع میں داخل ہو جاتی ہے۔

عالم تین عناصر سے مرکب ہے آگ پانی اور خاک۔ جب یہ تینوں عناصر اعتدال پر مناسب مقدار میں ہیں تو اچھا ہے اگر اعتدال پر نہیں تو برا ہے۔

سب سے اعلیٰ ہستی خدا ہے جس میں چار صفات ہیں معرفت اشیاء' حافظ عقل اور قناعت۔ جس کے تحت سات طاقتیں۔ چار صفات بالا کے ہیں۔ جو اشیاء عالم میں پائی جاتی ہیں بارہ تعلیمات کے ذریعے سات اور ان کے ذریعے چار خدائی صفات پا کر اعلیٰ ہستی تک پہنچ جاتا ہے۔

گوشت۔ لڑائی۔ قتل کو منع کیا۔ اصل مذہب زرتشتی ظاہر کرتا تھا اور نیا مذہب موجودہ کیمونزم کی تعلیم دیتا۔ جس کا منشا تھا کہ سوسائٹی کو درہم برہم کر دے۔

یہ بات نوشیروان بادشاہ کو برگشتہ کرتی تھی۔ اس نے اس کو قتل کرا دیا۔ مزدک کی بحث تھی کہ تمام آدمیوں کو قدرت نے ایک سا پیدا کیا ہے۔ ہر بات میں ان کو مساوی ہونا چاہیے۔ یہ ناانصافی ہے کہ ایک شخص خوبصورت عورت رکھے اور دوسرا بدصورت بے ہنگم غیر سلیقہ کا مالک ہو۔ ایک آدمی مال دار ہو۔ دوسرا روٹی کو ترسے۔ لہٰذا اس نے اصول قائم کیا کہ تمام مال تمام لوگوں پر مباح ہے چونکہ عورتیں بھی مثل مال ہیں وہ بھی سب پر یکساں مباح ہیں۔ نوشیروان نے اس کو اپنی سلطنت کے لیے خطرہ محسوس کیا گرچہ نوشیرواں کا باپ قباد مزدک کے دین پر آگیا تھا۔ لیکن نوشروان نے آخرکار باپ کو سمجھایا اور ایک دفعہ تمام مزدک کے پیروکاروں کو بلا کر دعوت کی اور کھانے کھلائے۔ بیس بیس کی ٹولیوں میں رقص و سرود کے لیے بھیجتا گیا۔ وہاں اہلکاروں اور سپاہیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ گڑھے کھود کر ان کے سر اندر کی طرف اور پاؤں باہر رہیں اور بارہ ہزار کے قریب تھے۔ زندہ درگور کر دیا جب ختم ہو گئے مزدک کو بلا کر کہا دیکھ بڑے عقائد اگ آئے ہیں تو نے چاہا کہ عوام بادشاہت پر قبضہ کرلیں اور مزدک کو بھی زندہ درگور کر دیا۔ یہ واقعہ 28-29ء کا ہے۔

تخیل خدا اور روح

دو اعتقادات

دو اعتقادات ہمیشہ سے چلے آئے جب سے انسان نے دنیا میں قدم رکھا۔ روح اور جسم اور تخیل خدا۔ انسان کی روح جسم کے مرنے کے بعد زندہ رہتی ہے۔ دوسرا کہ دنیا کے بنانے والا ضرور کوئی ہے۔ یہ عقیدے ہمیشہ سے انسان کے ساتھ چلے آئے ہیں جو کہ انسانی فطرت میں شامل ہیں۔ یہ سوالات دل میں پیدا ہونے قدرتی امر ہے کہ روح کیا ہے۔ مرنے کے بعد کہاں جاتی ہے۔ خدا کیسا ہے۔ قرآن

شریف نے اس امر کا اظہار کیا ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ تمہیں بہت قلیل علم دیا گیا ہے اور روح کے متعلق ارشاد ہوا۔ قل الروح من امر ربی۔ اے رسول کہہ دے ان لوگوں سے کہ روح تو امر رب ہے۔ "الست بربکم قالوا بلی۔" روز الست ارواح موجود تھیں اور اس حالت میں بھی انہیں معرفت خدا تھی۔ پھر کہا نفخت فیہ من روحی۔ آدم کے جسم میں خاص روح پھونکی گئی۔
حضرت مریم کے بدن میں روح پھونکی گئی جس سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔

مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔ ابن عربی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی روح خاص تھی۔ جب وہ پرندہ بنا کر روح پھونکتے تو اس روح کی وجہ سے جو کہ حضرت مریم کی روح داخل ہوئی اس کے اثر سے پرندہ اڑ جاتا تھا۔ عذاب قبر و برزخ و حساب۔ روز حشر' قیامت کے دن لوگوں کا زندہ ہونا ان اجسام میں ان کی ارواح کا داخل ہونا پھر جسم میں داخل ہو کر جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب سے گزرنا۔ یہ سب امور بتا رہے ہیں کہ ہماری روح ہمارے جسم میں آنے کے ساتھ وہ نہیں مرے گی بلکہ زندہ ہی رہے گی۔

ازل اور ابد ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں ہم نہیں بتا سکتے کہ روح کب سے ہے اور کب تک رہے گی۔ عالم ذر کا ذکر ضرور ہے۔ خداوند تعالیٰ خالق کل ہے۔ روح کو بھی اس نے پیدا کیا ہے جو حادث ہے۔ قدیم نہ ہے۔ اوپر آچکا ہے کہ امر ربی ہے ہمیں اسبارہ میں خبر نہیں دی گئی۔

خدا تعالیٰ کا تخیل جتنا اعلیٰ و ارفع اسلام میں ہے ایسا کسی مذہب یا فلسفہ میں نہ ہے۔ خدا خالق کل شے ہے۔ زمین' آسمان' ستارے' سیارے غرض ہر شے جاندار و بے جان خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔ اس کے حکم کے تابع ہے۔ اپنا اپنا کام و فرض اس کی مرضی کے مطابق ادا کر رہے ہیں۔ وہ علیم ہے۔ بصیر ہے۔ سمیع ہے۔ دل کے بھیدوں و اسرار سے واقف ہے۔ ہر انسان کے حال سے واقف و نگراں ہے۔

واحد ہے۔ احد ہے۔ نہ اس کی زوجہ نہ اولاد۔ نہ مشیر نہ صلاح کار۔ ہر ایک امر پر قادر و عادل ہے۔ بندوں کے حساب کتاب لے کر ان کو جزا سزا دے گا۔ اس کی کنہ میں بحث نہ کرنی چاہیے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی ذات میں غور خوض نہ کرو۔ بلکہ اس کی معرفت۔ خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں غور کرنے سے ان کی صفات سے ہو سکتی ہے۔

خداوند تعالیٰ

یونانی فلسفہ میں خدا' عاقبت' جزا' سزا حیات بعد موت کا تخیل نہ تھا۔ اس فلسفہ نے انسانی زندگی کا خاتمہ محض دنیا کی زندگی پر کردیا۔ اور زندگی کی اچھائی برائی' پستی و بلندی کو عقل انسانی پر مبنی کیا۔ دنیا اور امور دنیا میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ آج کچھ ہے کل کچھ ہے۔ عقل انسانی بھی ایک مستقل شے نہیں۔ ہر زمانہ میں بدلتی رہتی ہے۔ ہر انسان کی عقل میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک کا فلسفہ قیاس پر مبنی تھا۔ عام Reason یا قیاس کی مثال ہے۔

ایک جگہ سے دھواں اٹھتا دکھلائی دے رہا ہے جس سے عقل اور قیاس کہتا ہے کہ آگ موجود ہے دھواں بند ہو جائے گا تو کہا جائے گا۔ اب آگ بھڑکانے والا کوئی نہیں اب دو نظریئے ہو جائیں گے۔ آگ درست حالت میں آ گئی۔ دھواں اٹھا۔ خوب بھڑک اٹھی۔ آگ کو کسی نے بھڑکا دیا ہے یا ہوا نے تیز کر دیا ہے۔ جب تک موقع ملاحظہ نہ ہو۔ اصل بات کا پتہ نہ چلے گا۔ آگ انسان نے تیز کی یا ہوا کا کارنامہ ہے۔ بعض اوقات قیاس دھوکہ دے جاتا ہے۔ خدائی کام یا احکام میں قیاس غلط اور بے معنی ہوگا۔ شرعی حصص وراثت میں قیاس کہ 1/8 حصہ 1/4 حصہ 1/6 حصہ 1/2 حصہ کیوں ہے غلطی پر مبنی ہوگا۔

سقراط نے اگرچہ یونانیوں کے خیالات کی تصحیح کرنی چاہی لیکن وہ بھی کثرت یعنی متعدد خداؤں کو عزت سے دیکھتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا ان کی پرستش کرو۔ لیکن ان خداؤں کے علاوہ اس کے خیال میں ایک سب سے بڑا خدائے واحد تھا جو دنیا کا انتظام کرتا تھا۔

افلاطون کا بھی تقریباً یہ ہی خیال تھا لیکن اس نے ہیاکل کا نظریہ قائم کیا۔ ہیاکل Idea of God ہے۔ اس کے نزدیک وہ خیال نیک ہی بڑا خدا ہے۔ خدا کا خیال انسانی ذہن میں آنا Idea of God اس کے خیالات ہی حقیقت محض تھے۔ اس کے لیے یہ بات مشکل تھی کہ دنیا کس طرح پیدا ہوئی محض خیالات سے تو پیدا نہیں ہو سکتی۔

ارسطو کے اعتقاد میں خدا صرف حرکت دینے والا ہے۔ تمام عالم کو ارسطو ایک مشین خیال کرتا تھا۔ پہلی حرکت جس نے اس کو دی وہ ہی پہلا کامل سبب تھا۔ (Cause) خدا ارسطو کے نزدیک بھی ایک خیال (ہیکل) ہے۔ یہ تمام کوئی معقول بحث یا بات نہ تھی جبکہ خدا کے متعلق اسلام نے واضح بات کی ہے۔ تیسری صدی عیسوی میں حکماء کی جماعت پیدا ہوئی۔ جنہوں نے افلاطون کی بحث کثرت میں ایک اور ایک میں کثرت اور اس کے تخیل خدا کو قابل اعتناء نہ سمجھا۔ ان کے خیال میں خدا یا حقیقت اول ایک ہی ہے خدا کا قیاس کسی شے سے نہیں ہو سکتا۔ ہر خیال سے بالا ہے نہ وہ حرکت کرتا ہے نہ اس کا ارادہ ہے کوئی اس کی صفت نہیں کیونکہ صفت سے موصوف محدود ہو جاتا ہے ہم خدا کے متعلق کچھ نہیں جان سکتے۔ سوائے اس کے کہ وہ ہے۔ یہ تھے اس صدی کے عالموں کے اعتقادات۔ ان فلسفیوں کے نزدیک بھی خدا خالق و نگہبان و رب مخلوقات نہیں ہے۔ ان لوگوں کا فلسفہ بھی اس قابل نہیں کہ انسان اس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر اپنی عاقبت کو اس کے حوالہ کر دے۔ یونانی فلسفہ میں دہریت شامل ہے۔ حیات انسانی نہایت ہی حقیر شے

ہے۔ ایک خیال ہی خیال ہے کچھ بھی نہیں اور وہ بھی اس دنیا میں ختم ہو گئی۔ اس عقیدہ نے خودکشی کو جنم دیا۔ ایک شخص خودکشی کرتا ہے کہ آخر کو مرنا ہے۔ چار دن بعد بھی چار دن پہلے مر گئے۔ یونان اور روم میں خودکشی کو ایک اچھا مستحسن فعل سمجھا جاتا تھا۔ اور لوگ خودکشی بھی کرتے تھے۔ اس عقیدہ کی رو سے اگر تمام دنیا کے انسان خودکشی کر کے مر جائیں تو کچھ ہرج نہیں لیکن اسلام کی رو سے حیات انسانی نہایت اہم اور معزز شے ہے جس کے بغیر حیات جاوداں اور راحت ابدی حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ اسلام کے نزدیک دنیاوی زندگی عارضی اور ابدی زندگی موت کے بعد ہے اور وہی اصلی زندگی ہے۔ خودکشی بہت برا فعل ہے لیکن وہ مواقع جو موت سے پہلے نیک فعل کر کے راحت و سکون حاصل کرتا ہے ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے جو موت حرام ہے۔ اس دنیا کی حیات میں انسان کے لیے ماضی بھی ہے مستقبل بھی ہے حال نہ ہونے کے برابر ہے۔ جیمس لکھتا ہے کہ حال استرے کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے۔ بات منہ سے نکلتی ہے اور ماضی میں داخل ہو گئی۔ ایک نوالہ کھایا پیٹ میں گیا۔ ماضی بن گیا۔ انسان کی ساری زندگی کا لطف ہی ماضی اور مستقبل میں ہے۔ ایک شخص ماضی کے پر لطف لمحوں کو یاد کر کے، دل کو خوش کرتا ہے۔ دوسرا آنے والے خوابوں میں مست۔ قرآن میں زمانہ کی قسم کھائی ہے کہ حال کو نیکی سے خوش کن بناؤ۔ یونانی فلسفہ کے مطابق انسانی زندگی محض ایک خیال ہوئی لیکن اسلام نے ماضی اور مستقبل کے زمانوں کے درمیان ایک ذرا سا وقفہ کو اتنا وسیع کر دیا کہ عقبیٰ سے ملا دیا ہے اور وہ عقبیٰ جہاں دائمی زندگی ہوگی جس کے لیے موت نہ ہوگی اور وہ نعمتیں ہوں گی۔ جن کو منقطع کرنے کے لیے زمانہ نہیں۔ وہ نعمتیں تمام ہوں گی۔ کسی کو خیرات دی۔ کسی سے نیکی کی۔ یہ سب   کا فعل ہے گرچہ ماضی میں چلا گیا کہ مٹ نہیں سکتا۔ ماضی کے افعال پر نظر رکھی ہے۔ ثواب، عذاب اجر و سزا ماضی کے عماں کا بدلہ ہوگا۔ وہ

اعضاء جن سے نیک و بد کام کیے ہیں وہی گواہی دیں گے۔

جب مسلمان ایران' یونان کے فلسفوں اور عقائد کی بحث میں پڑ گئے مندرجہ ذیل امور پر غلط قیاس و تخمین پر غلط شکل نے ایران و یونان کے فلسفے کی مدد کی اور مسلمانوں کو جھیلے میں پھنسا دیا۔

(1) ہستی خداوند تعالیٰ

(2) کنہ ذات الٰہی

(3) صفات الہیہ

(4) روح

(5) جنت و دوزخ

(6) حشر و نشر

(7) حساب کتاب

(8) میزان عدل (سزا و جزا) اعمال

(9) خیر و شر

(10) قدر و جبر

(11) عقل و نقل

(12) ایمان و عمل

(13) مقصد حیات انسان۔

خدا کی ذات میں کلام نہ کرو

عقل کی سب سے بڑی عقلمندی یہ ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ میری پہنچ کہاں تک ہے اور کون سے امور اور باتیں میری (عقل) کی رسائی سے باہر ہیں۔ مخلوق کبھی بھی خالق کی کنہ و ذات کو معلوم نہیں کر سکتی۔ قرآن میں ہے۔ لیس

کمثلہ شیئ۔

علم حاصل کرنے کا اصول یہ ہے کہ معلوم سے غیر معلوم کی طرف جاؤ۔ جو بات معلوم ہے وہ تو علم میں ہے جس کو جانتے ہی نہیں اس پر بحث کیسی۔ جس نے برف یا گلیشر دیکھا ہی نہیں پہاڑ پر گیا ہی نہیں۔ وہ کیسے سمجھے گا کہ گلیشر والی پہاڑی فضا کیسی ہے۔ جب خداوند تعالیٰ کی مثال ہے ہی نہیں ہماری عقل میں کیسے اس کی کنہ آسکتی ہے۔

امام نے فرمایا۔ کہ لوگوں کو منطق کی عادت ہو گئی ہے اور خدا کی ذات پر اپنی منطق کو آزماتے ہیں۔ لہٰذا جب تم سنو تو کہو لا الہ الا اللہ الواحد الذی لیس کمثلہ شیئی۔

روح

امام محمد باقر علیہ السلام سے روح کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو فرمایا۔ روح ہوا کی مانند متحرک ہے اور یہ ریح سے مشتق ہے ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسے روح کہا جاتا ہے۔ یہ روح جو جانداروں کی ذات سے مخصوص ہے وہ تمام ریحوں سے پاکیزہ تر ہے۔ روح مخلوق اور مصنوع ہے اور حادث۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔ وہ ایسی لطیف شے جس میں کسی قسم کی گرانی اور سنگینی نہ ہے نہ ہلکی ہے۔ وہ ایک باریک اور رقیق شے جو کالب کثیف میں پوشیدہ ہے اس کی مثال اس مشک جیسی ہے جس میں ہوا بھر دو۔ ہوا بھرنے سے وہ پھول جائے گی۔ لیکن اس کے وزن میں اضافہ محسوس نہ ہو گا۔ روح باقی ہے اور بدن سے نکلنے کے بعد فنا نہیں ہوتی یہ جب صور پھونکا جائے گا تو فنا ہو گی۔

ایک زندیق کا مکالمہ ہمراہ امام جعفر صادق علیہ السلام یوں ہے۔

زندیق: چراغ کی روشنی کہاں جاتی ہے۔ جب وہ بجھ جاتا ہے؟

امام: روشنی ایسی جگہ جاتی کہ پھر واپس نہیں آتی۔

زندیق: یہی حالت انسان کی ہے جب وہ مرجاتا ہے تو اس کی روح بدن سے مفارقت کرجاتی ہے اور کبھی اس کے پاس واپس نہیں آتی۔ جس طرح چراغ کی روشنی جاکر پھر چراغ میں نہیں آتی۔

امام: تو نے اپنے قیاس میں غلطی کی۔ نار تو اجسام کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ مضمر ہے۔ اور اجسام اپنے ارکان سے قائم ہیں مثلاً پتھر' لوہا جب تم ایک دوسرے پر مارتے ہو تو ان دونوں میں سے آگ نکلتی ہے۔ تو ان پر چراغ کا قیاس کرتا ہے ان دونوں میں فرق ہے۔ آگ تو پتھر اور لوہے کے اجسام میں ثابت ہے لیکن چراغ کی روشنی جانے والی ہے اور معدوم ہونے والی ہے۔ روح ایک باریک اور نرم جسم ہے اور اس نے (انسانی جسم میں آن کر) لباس کثیف اوڑھ لیا ہے۔ وہ چراغ کی طرح نہیں جس کا تو نے ذکر کیا۔ جنین ماں کے رحم میں صاف پانی سے بنایا پھر اس میں مختلف قسم کی چیزیں ملتی ہیں۔ مثلاً عروق' اعصاب' دانت' بال' ہڈی وغیرہ اس جسم کو خدا موت کے بعد زندہ کرے گا اور بعد فنا واپس کرے گا۔

زندیق: روح کہاں رہتی ہے۔

امام: زمین کے اندر جہاں بدن رہتا ہے جب تک مردے اٹھائیں جائیں وہیں رہے گی۔

زندیق: جس کو پھانسی دی جاتی ہے اس کی روح کہاں رہتی ہے؟

امام: اسی فرشتہ کے ہاتھ میں کہ جس نے اس کو بدن سے قبض کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ زمین سونپ دیا جاتا ہے۔

زندیق: روح کی ماہیت سے مطلع فرمایئے۔ کیا وہ خون سے علیحدہ ہے؟

امام: ہاں جس کا میں نے ذکر کیا اس روح کا مادہ خون ہے۔ خون سے ہی جسم میں رطوبت ہے۔ رنگ میں صفائی ہے۔ آواز میں عمدگی ہے اور ہنسنے کی طاقت ہے اور جب خون جم جاتا ہے تو روح بدن کو چھوڑ جاتی ہے۔

زندیق: کیا روح کی تعریف ثقل و وزن و ہلکے پن سے ہو سکتی ہے؟

امام: روح بمنزلہ ہوا کے ہے جو مشک میں بھر دی جائے۔ اگر وہ اس میں سے نکال دی جائے تو اس کا نکلنا وزن میں بھی کمی نہیں کرے گا۔ اور اس مشک میں بھرنا وزن مشک کے وزن کو حتماً زیادہ نہ کرے گا۔ اسی طرح روح ہے کہ نہ اس کا وزن ہے اور نہ بوجھ۔

زندیق: ریح (ہوا) کا جوہر کیا ہے؟

امام: ریح ہوا ہے جب چلتی تو ریح کہلاتی ہے جب ساکن ہوتی ہے تو ہوا کہلاتی ہے۔ اس سے دنیا کی زندگی ہے۔ اگر تین دن ہوا بند ہو جائے تو روئے زمین کی تمام چیزوں میں فساد پھیل جائے۔ ریح بمنزلہ پنکھے کے ہے کہ ہر شے سے فساد کو دفع کرتی ہے اور اس کو پاک کرتی ہے وہ مثل روح کے ہے۔ جب بدن سے روح خارج ہوتی ہے تو بدن سڑ جاتا ہے اور متغیر ہو جاتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

زندیق: کیا جسم سے خارج ہونے کے بعد روح ہوا میں پھیل کر فنا ہو جاتی ہے یا باقی رہتی ہے۔

امام: روح باقی ہے اس وقت تک کہ جب صور پھونکا جائے گا۔ اس وقت تمام اشیاء باطل ہو جائیں گی اور فنا ہو جائیں گی۔ نہ حس باقی رہے گی نہ محسوس۔ اس کے بعد تمام اشیاء واپس کی جائیں گی۔ اور ویسی ہی ہو جائیں گی۔ جیسی کہ ان کے پیدا کرنے والے دن سے پہلے پیدا

کیا۔ (قیامت) اس سے پہلے نفخ صور اور عود کے درمیان چار سو برس کا عرصہ ہو گا پھر دوسرا نفخ صور ہو گا۔

زندیق: اب یہ بشر کیونکر ہو گا۔ بدن گل سڑ کر ختم ہو چکے ہوں گے۔ اعضاء متفرق (علیحدہ علیحدہ) ہوں گے۔ ایک عضو ایک جگہ ہو گا جہاں درندوں نے کھا لیا ہو گا دوسرا عضو گل سڑ کر کیڑوں نے کھا لیا ہو گا۔ کوئی عضو خاک میں مل کر مٹی بن چکا ہو گا اور اس مٹی سے دیوار بنی ہو گی۔

امام: وہ جس نے غیر شے سے پیدا کیا اور شکل صورت میں ترتیب دی جبکہ اس کے سامنے کسی صورت کی مثال نہ تھی۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان کو دوبارہ پیدا کرے۔

زندیق: اس کو ذرا مفصل بیان فرمایئے۔

امام: فرمایا کہ روح اپنے مقام پر مقیم ہے۔ نیکی کرنے والے کی روح روشنی میدان میں (ظاہراً) بدی کرنے والے کی روح تنگی و ظلمت میں۔ بدن ویسے ہی مٹی بن جائے گا جسے پہلے خلق کیا تھا۔ درندے اور وحوش اپنے پیٹوں سے اگل دیں گے جو انہوں نے کھایا تھا۔ یہ سب مٹی میں محفوظ ہے۔ (مادہ ختم نہیں ہوا شکل بدل گئی) اس کے نزدیک جس سے کوئی شے غایب نہیں۔ ایک ذرہ گہری تاریکی میں بھی اس سے چھپا ہوا نہیں۔ وہ اشیاء کا شمار اور وزن جانتا ہے۔ روحانی لوگوں کی خاک مٹی میں سونے کی طرح ہے۔ جب بعث ہو گا تو زمین پر نشور کی بارش ہوگی۔ پھر زمین ہلائی جائے گی اور اس کو اس طرح کیا جائے گا جس طرح دودھ بلوتے ہیں۔ انسان کی مٹی ایسی ہو جائے گی جیسا سونا پانی سے دھویا جاتا ہے۔ مٹی سے علیحدہ ہو جائے۔

دودھ کے جھاگ کی طرح جب اس کو بلویا جائے تو پھر وہ مٹی جمع ہو کر قالبوں میں ڈھل جائے گی۔ قالب وہاں منتقل ہو جائیں گے۔ جہاں ارواح ہیں مصور اول (خدا) کے حکم سے اپنی سابقہ صورتوں کو وہ قالب اختیار کرلیں گے اور ارواح ان میں داخل ہو جائیں گی جب انسان مکمل ہو جائے گا۔ تو اپنے میں کوئی اجنبی بات نہ پائے گا۔

حیات صادقین 581 تا 584

یونانی حکماء کا تصور روح

HERACLITUS کہتا ہے کہ ساری دنیا اور اس کی چیزیں آگ سے بنی ہیں۔ دنیا کو نہ کسی خدا نے بنایا اور نہ کسی آدمی نے۔ شروع سے یہ دنیا ایک زندہ جاوید آتش تھی۔ اب بھی وہی ہے اور آئندہ بھی آگ ہی رہے گی۔ اپنے ماحول سے آگ لیتی رہتی ہے اور دنیا اسی طرح آگ کی کمی کو پورا کرکے زندہ ہے۔ آتش ازل ہوا بن جاتی ہے۔ ہوا پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور پانی مٹی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ پھر مٹی پانی بن جاتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ زندگی اور عقل بھی آگ ہی ہے آگ سے حرکت اور زندگی پیدا ہوتی ہے۔ روح بھی آگ ہے اور روح جو آگ ہے جل کر کم ہوتی رہتی ہے۔ پھر اپنے حواس کے ذریعے سے دنیا کی آگ خود میں سے یہ روح آگ حاصل کرلیتی ہے اور اس طرح ہوتا رہتا ہے۔

ATOMISTS: اس کی رائے میں ہر ایک نوع کی شے کے ذرات علیحدہ ترکیب اور ساخت کے ہوتے ہیں۔ اس کے خیال میں آگ چھوٹے اور گول ہموار ذرات سے بنی ہے۔ روح بھی ایسے ہی گول و ہموار ذات سے بنی ہے۔ روح دراصل صاف شدہ آگ ہے۔ موت آنے پر یہ تمام روح کے ذرات بکھر جاتے ہیں اور روح ختم ہو جاتی ہے۔ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں۔

افلاطون کا خیال روح کے متعلق یہ ہے۔ شروع میں دنیا بنانے والے کے پاس ایک تو خیالات تھے۔ دوسرے مادہ۔ گویا افلاطون کے نزدیک تین چیزیں قدیم ہیں۔ (1) دنیا بنانے والا (2) مادہ۔ (3) خیالات۔

سب سے پہلے اس بنانے والے نے جہان کی روح پیدا کی World Soul۔ یہ جہانی روح جسم نہیں رکھتی لیکن جگہ گھیرتی ہے۔ بنانے والے نے اس روح کو جال کی طرح فضائے عالم میں پھیلا دیا۔ پھر اس کے برابر دو حصے کیے۔ دونوں کے دائرے بنائے۔ ایک دائرہ کے اندر۔ دوسرا دائرہ ایک دائرے میں سیارے اور دوسرے میں ستارے رکھے۔ ایک دائرے کو دوسرے کے اندر رکھا۔ باہر والا ستاروں اور اندر والا دائرہ سیاروں کے لیے ہوا۔ افلاطون نے روح انسانی کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک عقل و خرد۔ دوسرے جذبات اور حسیات۔ جذبات والے حصے کے پھر دو حصے کیے۔ ایک اعلیٰ جذبات دوسرے سفلی جذبات۔ عقل و خرد والا حصہ ہی خیالات (ہیاکل) کو سمجھ سکتا ہے اور قابل تقسیم نہیں اس کو فنا بھی نہیں۔ دوسرا جذبات والا حصہ فانی ہے۔ اعلیٰ جذبات سے ہمت۔ بہادری۔ ترقی' سخاوت وغیرہ۔ دوسرا سفلی ہے جس سے کینہ' بغض' حسد' چغل خوری وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔

ارسطو: روح کی تقسیم جو افلاطون نے سہ حصہ میں کی ہے نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے روح ایک ہے اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ وہ کہتا ہے کہ مادہ کی دو قسم ہیں۔

(1) نامیاتی

(2) غیر نامیاتی۔

نامیاتی جس میں نشوونمائی پانے کی صلاحیت ہے۔ ہر ایک مادہ میں روح ہے۔ درختوں پودوں میں بھی روح ہے۔ روح جسم سے علیحدہ کوئی شے نہیں۔ روح جسم کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ جسم کے ساتھ روح کا مرنا بھی ضروری ہے۔

یونانی فلسفہ میں روح کے عقیدہ اور تخیل کی صورت آپ کے سامنے پیش کی

جا چکی ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے دوسرا اس کے خلاف اپنی تھیوری پیش کرتا ہے۔ اتفاق کسی پر نہیں یہ بھی سمجھ نہیں کہ کہتے کیا ہیں۔ اس بحث کے باوجود روح کی ماہیت ظاہر نہ ہوئی قرآن فرماتا ہے: قل الروح من امر ربی۔ کہہ دو کہ روح امر ربی ہے۔

باب 5

امام محمد باقر علیہ السلام سے سوالات اور جوابات

آپ سے خداوند عالم کے صفات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ سمیع وبصیر ہے اور آلہ سمع وبصر کے بغیر سنتا اور دیکھتا ہے۔

عمر بن عبید نے آپ سے دریافت کیا "من یحلل علیه غضبی فقد هوی" سے کونسا غضب مراد ہے۔ فرمایا عقاب اور عذاب کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

ابو خالد کابلی نے آپ سے پوچھا کہ قول خدا فامنوا بالله و رسوله والنور الذی انزلنا میں نور سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا والله النور الائمته من آل محمد۔ خدا کی قسم نور سے مراد ہم آل محمد ہیں۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ یوم ندعوا کل اناس بامامهم سے کون لوگ مراد ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ رسول اللہ اور ان کے بعد ان کی اولاد سے آئمہ ہوں گے۔ انہیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے جو انہیں دوست رکھے گا اور ان کی تصدیق کرے گا۔ وہی نجات پائے گا جو ان کی مخالفت کرے گا جہنم میں جائے گا۔

طاؤس یمانی نے حضرت کی خدمت میں آکر یہ سوال کیا۔ کونسی چیز ہے جس کا چلو بھر استعمال حلال تھا اور اس سے زیادہ حرام۔ آپ نے فرمایا۔ نہر جالوت کا پانی تھا۔ جس کا صرف ایک چلو پینا حلال تھا۔ اس سے زیادہ حرام۔

پوچھا کونسا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا۔ فرمایا۔ وہ جناب مریم کا روزہ صمت تھا جس میں صرف نہ بولنے کا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا۔

پوچھا وہ کونسی شے ہے جو صرف کرنے سے کم ہوتی ہے۔ بڑھتی نہیں۔ فرمایا۔ وہ عمر ہے۔

پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جو صرف ایک بار اڑی اور پھر نہ اڑی فرمایا وہ کوہ طور ہے۔ جو ایک بار حکم خدا سے اڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر آگیا۔ پھر پوچھا وہ لوگ کون ہیں جن کی سچی گواہی جھوٹی قرار دی۔ فرمایا۔ وہ منافقوں کی تصدیق رسالت ہے جو دل سے نہ تھی۔ پوچھا بنی آدم کا 1/3 حصہ کب ہلاک ہوا۔ فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوا۔ تم یہ پوچھو کے انسان کا 1/4 حصہ کب ہلاک ہوا۔ میں تمہیں بتاؤں کہ یہ اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ اس وقت چار آدمی تھے۔ آدم' حوا' ہابیل اور قابیل۔ پھر پوچھا نسل انسانی کس طرح بڑھی۔ فرمایا۔ شیث سے جو قتل ہابیل کے بعد بطن حوا سے پیدا ہوئے۔

ہشام بن عبدالملک حج کے لیے گیا وہاں اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ مسجد الحرام میں بیٹھے لوگوں کو پندو نصائح سے بہرہ ور کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر دشمنی نے کروٹ لی اور دل میں سوچا کہ انہیں ذلیل کرنا چاہیے۔ اس ارادہ سے اس نے ایک شخص سے کہا کہ جا کر ان سے کہو کہ خلیفہ پوچھ رہے ہیں کہ حشر کے دن آخری فیصلہ سے قبل لوگ کیا کھائیں پئیں گے۔ اس نے جا کر خلیفہ کا سوال امام کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا جہاں حشر نشر ہوگا وہاں میوے دار درخت ہوں گے۔ وہ لوگ انہی چیزوں کا استعمال کریں گے۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ لوگ حشر میں مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے۔ ان کو کھانے پینے کا ہوش کہاں ہوگا۔ قاصد نے بادشاہ کی بات نقل کر دی۔ حضرت نے قاصد سے کہا۔ جاؤ بادشاہ سے کہو تم نے قرآن پڑھا ہے یا نہیں۔ جہنم والے لوگ جنت والوں سے کہیں گے کہ ہمیں پانی اور کچھ نعمتیں دو کہ پی کھالیں۔ اس وقت وہ جواب دیں گے کہ کافروں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں۔ (پ 8 رکوع 13) تو جہنم میں بھی لوگ

کھانا پینا نہیں بھولیں گے۔ تو حشر نشر میں کیسے بھول جائیں گے جس میں کم سختیاں ہوں گی اور وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہوں گے یہ سن کر ہشام شرمندہ ہو گیا۔

باب 6

واقعہ حرہ

سانحہ کربلا محرم 61ھ کا واقعہ ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو عبداللہ بن زبیر نے اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اب تک وہ اپنے آپ کو پناہ گزیں اور مہاجر کی حیثیت سے پیش کرتا تھا۔ اب شہادت حسین کو اس نے دمشق کے خلاف نفرت پھیلانے کا آلہ بنالیا اور خاموشی سے اندرون خانہ سب کو اپنی طرف سے دعوت دیتا رہا۔ اس کے دوستوں نے بھی اس کو اس امر پر ابھارا کہ وہ لوگوں سے اپنی بیعت لے۔ چنانچہ اس نے خفیہ بیعت لینی شروع کر دی۔ اور اہل مدینہ نے بھی اس سے خط و کتابت شروع کر دی۔ مکہ اور مدینہ میں عمرو بن سعید والئی مقرر تھا۔ اس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو بلایا۔ اس کی نسبت مشہور تھا کہ اس نے حضرت دانیال علیہ السلام کا علم پڑھا اور مستقبل کے واقعات بتا سکتا ہے۔ اس پوچھا گیا کہ عبداللہ بن زبیر اپنے مقصد کو پہنچے گا یا نہیں اور یزید کا کیا انجام ہوگا۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے بتلایا کہ یزید اپنی موت تک حاکم رہے گا۔ اس پر عمرو بن سعید والئی مدینہ عبداللہ بن زبیر پر سختی کرنے لگا لیکن ساتھ ہی مدارت بھی کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عربوں کا کاہنوں پر یقین تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت کے ظہور پر کفار مکہ و مدینہ نے کاہنوں سے مشورہ کیا ہوگا۔ قرآن پاک سے ثابت کہ شیاطین اپنے دوستوں کو الہام کرتے تھے۔ اور شیاطین کو آئندہ کے واقعات کی کذب سے غلط خبریں ہوتی تھیں۔

بنوامیہ نے یزید کو خبریں پہنچائیں کہ عمرو بن سعید کمزور آدمی ہے اگر وہ چاہتا تو

عبداللہ بن زبیر کو قابو میں لاسکتا تھا۔ اس پر یزید نے عمرو بن سعید کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو حاکم حجاز مقرر کیا۔ معزول ہو کر عمرو بن سعید سیدھا یزید کے پاس پہنچا اور اس کو سمجھایا کہ میری حکمت عملی عاقلانہ تھی۔ میں نے فساد ہونے نہیں دیا۔ اب دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ ولید کو تم نے حاکم مقرر کیا ہے۔ وہ ناتجربہ کار ہے۔ اب تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہارا اصلی خیر خواہ کون تھا۔ ادھر عبداللہ بن زبیر نے چال چلی کہ یزید کو لکھا کہ تو نے کس احمق کو مکہ و مدینہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔ اگر کوئی عقلمند ہوتا تو اب تک ہمارا معاملہ طے ہو جاتا۔ یزید نے ولید بن عقبہ کو معزول کر کے اس کی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان اپنے چچا زاد بھائی کو حجاز کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ ایک نوجوان ناتجربہ کار آدمی تھا۔ اس نے ایک وفد چند آدمیوں کا یزید کے پاس بھیجا۔ اس وفد میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری غسیل ملائکہ، عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن المغیرہ المخزومی و منذر بن زبیر تو اس کا بھائی تھا۔ یہ لوگ یزید کے پاس گئے۔ وہ بہت اکرام سے پیش آیا اور ان کو بہت سا انعام دیا۔ یہ واپس ہوئے۔ منذر بن زبیر تو عبداللہ بن زیاد کے پاس ہوتا ہوا آیا۔ اس نے بھی اس کو بہت سا انعام واکرام دیا۔ جب سب مدینہ پہنچے تو انہوں نے یزید کے حالات بیان کرنا شروع کیے کہ اس کا کوئی دین ہی نہیں۔ شراب پیتا ہے۔ تنبورہ بجاتا ہے۔ گانے اور ناچنے والی عورتوں سے صحبت رکھتا ہے۔ کتوں سے کھیلتا ہے۔ بدقماش اور بدمعاش لونڈیوں کو اپنا مصاحب بنا رکھا ہے۔ تم سب گواہ رہو۔ ہم نے اس کو خلافت سے معزول کیا۔ اس پر اہل مدینہ نے ان کا اتباع کیا اور عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ سے جا کر بیعت کر لی۔ یہ 62ھ کا واقعہ ہے۔

اس خلع بیعت کے موقع پر لوگوں نے اپنی جوتیاں اتار پھینکیں جن کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ اس زمانہ میں طنبورہ بجانا، بندروں اور کتوں سے کھیلنا، گانے اور ناچنے والیوں کو رکھنا بڑے عیب کی بات تھی اور خلاف شرع سمجھی جاتی تھی۔ لیکن یہ بات

آجکل کے زمانے میں (معاذاللہ) بلندی اور شرافت نسبی کی پہچان بنائی گئی ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو دل کھول کر شراب پیتے ہیں۔

عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت کے بعد اور خلع یزید کے بعد اہل مدینہ بنو امیہ کے مکانوں کی طرف گئے۔ وہ سب مروان بن حکم کے گھر میں جمع ہوگئے۔ اہل مدینہ نے مروان کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ مروان نے علی بن حسین سے اِلتجا کی کہ اس کے اہل عیال کو وہ حضرت اپنی حفاظت میں رکھیں جناب علی بن حسین نے اس کو منظور کرلیا۔ مروان نے اپنی زوجہ عائشہ بنت عثمان بن عفان کو معہ سامان اور اپنے اہل و عیال کو لے کر ینبوع کی طرف چلے گئے۔ یہ مقام مدینہ کے نزدیک ہے۔ مروان ان کا بہت شکرگزار ہوا۔ پھر مروان نے یزید کو خط لکھا جس میں اس سے بنی امیہ کے لیے مدد طلب کی۔ اس خط میں ضرور لکھا ہوگا کہ علی بن حسین نے ان پر احسان کیا ہے جب یہ خط یزید تک پہنچا تو اول تو اس نے عمرو بن سعید کو خط لکھا اس نے انکار کیا۔

یزید نے اس پر مسلم بن عقبہ کو فوج دے کر اہل مدینہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ مسلم بن عقبہ ان دنوں بیمار تھا۔ لیکن اس نے اس حکم کو منظور کیا۔ چلتے وقت یزید نے ہدایت کی کہ تین دن تک لوگوں کو مہلت دے۔ اگر وہ اس عرصہ میں اطاعت منظور نہ کریں تو ان سے لڑائی لڑنا۔ جب تمہیں غلبہ حاصل ہو جائے تو تین دن مدینہ کو خوب لوٹنا وہاں کا سارا سامان مال اور روپیہ ہتھیار اور غلہ لشکر والوں کا ہے۔ تین دن کے بعد لوٹ مار بند کر دینا اور ان سے بیعت اس امر پر لینا کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور مثل مالک و آقائے یزید کو ان کی موت و حیات پر اختیار حاصل ہے۔ علی بن حسین سے رعایت کرنا ان کو اپنے قریب بٹھانا۔ وہ لوگوں کی اس مخالفت میں شریک نہ تھے۔ میرے پاس اس مضمون کا خط آیا ہے اگر تم پر کوئی حادثہ آجائے تو حصین بن نمیر کو لشکر کا امیر بنانا۔

مسلم بن عقبہ تو روانہ ہوا۔ ادھر اہل مدینہ نے محاصرہ میں سختی کی مشکوک لوگوں کو یہ شرط پیش کی کہ ہمارے راز کسی کو نہ بتاؤ گے۔ ہمیں دھوکہ نہ دو گے۔ ہمارے دشمن کی اعانت نہ کرو گے۔ ہمارا چھپا ہوا موقع ہمارے دشمن کو نہ بتاؤ گے۔ تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ بنی امیہ نے خدا کو درمیان دیکر یہ عہد کیا۔ اہل مدینہ نے انہیں نکال دیا۔ یہ سب مسلم بن عقبہ کے پاس چلے گئے۔

مسلم بن عقبہ نے عمرو بن عثمان عفان کو بلا کر اہل مدینہ کے حالات پوچھے۔ اس نے کہا ہم نے خدا کو درمیان دیکر عہد کیا ہے کہ اہل مدینہ کا کوئی راز نہ بتائیں گے۔ مسلم بن عقبہ نے اسے جھڑک دیا۔ پھر عبدالملک بن مروان نے باوجود اس میثاق کے جو اہل مدینہ اور ان کے درمیان تھا مسلم بن عقبہ کو راز بتائے اور اہل مدینہ سے جنگ کرنے کی ترکیب بھی بتلا دی۔ اس کے مطابق مسلم بن عقبہ اپنی فوج کو مقام حرہ پر لے آیا جو مدینہ کے نزدیک بلندی پر واقعہ ہے۔

یہاں ایک جنگ عظیم واقع ہوئی اہل مدینہ بڑی بہادری سے لڑے اور اس لڑائی میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ جعفر بن محمد ابن علی ابن ابی طالب۔ الفضل ابن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب حمزہ بن عبداللہ بن نوفل بن عبدالمطلب' عباس بن عقبہ بن ابی لہب بن عبدالمطلب۔ نوے سے زائد باقی قریشی میں سے زید ابن عوف انصاری' محمد بن ثابت انصاری' محمد بن حزم انصاری' عبداللہ بن مطیع اپنے سات عزیزوں کے ساتھ او ر دیگر مہاجر اور انصار بے شمار قتل ہوئے۔ ابوالفدا لکھتا ہے کہ سات سو اشراف مدینہ اور دس ہزار عوام الناس جن میں اصحاب رسول لاتعداد مارے گئے اس کے بعد لشکر شام مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں بغیر تمیز کے رات دن قتل' لوٹ مار اور زنا جاری ہوا۔ کہتے ہیں کہ زنا سے ایک ہزار بچے پیدا ہوئے۔

تین دن بعد جو قتل سے بچ رہے ان سے یزید کی بیعت لی گئی۔ مسلم بن عقبہ

خود بیعت لیتا تھا جس کے الفاظ یہ تھے۔ ہم یزید کے غلام ہیں اس کو ہماری اور ہمارے عیال و اطفال کی موت حیات اور مال پر اختیار کامل حاصل ہے۔ جو ذرا بھی جھجکے فوراً قتل کر دیئے گئے۔

جناب علی بن حسین کو بلایا گیا لیکن ان کے ساتھ یہ بیعت نہ پیش کی گئی اور نہ دوسروں سے لی گئی۔ طبری۔

جناب علی بن حسین نے اس لڑائی کے معاملہ میں کسی طرح سے حصہ نہ لیا۔ اور نہ ہی اہل مدینہ کے ساتھ جنگ میں شامل ہوئے۔ مسلم بن عقبہ نے ایک آدمی بھیج کر بلایا۔ آپ اس وقت قبر رسول پر تھے اور دعا مانگ رہے تھے۔ ان کے تشریف لانے سے پہلے مسلم بن عقبہ بہت غیظ و غضب میں تھا۔ آپ کے آباؤ کو ناسزا کہہ رہا تھا۔ جب امام زین العابدین تشریف لائے تو تھر تھر کانپنے لگا۔ تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اور عرض کی کہ جو آپ کی حاجت ہو بیان کیجئے۔ اس وقت جو لوگ قتل کے لیے لائے گئے تھے ان کی آپ نے سفارش کی اور وہ چھوڑ دیئے گئے۔ اس کے بعد عزت و احترام سے واپس آگئے۔ مسلم بن عقبہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اس نے نوجوان کے آنے سے پہلے تو اس کے آباؤ اجداد کو گالیاں دے رہا تھا لیکن ان کے آتے ہی تو نے ان کی اتنی عزت کی۔ مسلم بن عقبہ نے کہا کہ ان کو دیکھتے ہی میرے دل پر ان کا رعب چھا گیا۔ یہ واقعہ بروز بدھ بتاریخ 27 یا 28 ذی الحجہ 63ھ مطابق 27۔28 اگست 663ء کو ہوا۔

امیر علی کہتے ہیں کہ کفر کی محض شورش تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کفر اسلام پر غالب آگیا ہے۔ وہ مدینہ جس نے رسول کا پناہ دی تھی جس میں صدہا اصحاب رسول رہتے تھے بالکل ویران ہوگیا۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ باقی جو بچے وہ بھاگ گئے۔ یہ امامت کی شان تھی کہ جناب علی بن حسین نے اپنے نانا کے مدینہ کو اس مصیبت میں نہ چھوڑا اور وہیں رہے۔

مدینہ جو کہ اسلامی تعلیم کا مرکز تھا Seat of Learing تھا تقریباً ختم ہو گیا۔ بنی امیہ کی حکومت کے برے اثرات نمایاں ہو گئے اور بادشاہ کا مذہب تمدن و تہذیب عوام الناس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جو بری طرح اثر انداز ہوا۔ جو بادشاہ و حکمران کرتے ہیں لوگ اس کی نقل پر چل پڑتے ہیں۔

اس قتل غارت کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف روانہ ہوا اور راستہ میں مر گیا۔ حصین بن نمیر کو اپنا جانشین مقرر کیا اور یہ کہہ کر مقرر کیا۔ اگرچہ تو احمق اور نااہل ہے میں تجھے مقرر نہ کرتا۔ لیکن مرتے وقت امیر المومنین یزید کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا۔ مرتے وقت اس نے کلمہ پڑھ کر کہا۔ اہل مدینہ کے قتل کرنے سے بڑھ کر کوئی ایسا عمل خیر ایسا میں نے نہیں کیا جس پر مجھے ناز ہو اور جس پر آخرت میں مجھے بھروسہ ہو۔

یہ ہے غلط تفسیر قرآن کا نتیجہ جو سیاسی اغراض کی وجہ سے جاری کی گئی۔ جو حکام غلبہ اور جور کے ذریعے مسند حکومت پر قابض ہو گئے ان کی اطاعت کرانی مطلوب تھی۔ آیت یاایھا الذین آمنو اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم کی اس طرح غلط تفسیر کی گئی کہ اولی الامر سے مراد ہر ایک حاکم ہے خواہ وہ ظالم ہو۔ بدکار ہو اور ظلم کے ذریعہ سے حکومت حاصل کی ہو۔

یزید چونکہ حاکم تھا اس کا حکم ماننا ضروری ہوا۔ خواہ وہ نواسہ رسول کے قتل کا حکم دے۔ خواہ وہ تخریب و غارت مدینہ نبوی کا حکم دے اور خواہ انہدام کعبہ کا۔ اطاعت ضروری ہے۔ جب اطاعت ہوگی تو اس کے مطابق عمل ہوگا۔

حصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کر لیا اور خانہ کعبہ پر مکہ کی بلندیوں سے منجنیقیں نصب کر کے کعبہ پر جلتی آگ کا حملہ کیا۔ جس سے غلاف کعبہ جل گیا اور دیواریں منہدم ہو گئیں۔ یہ کیوں؟ چونکہ حاکم وقت کا حکم تھا۔

موت یزید

ابھی محاصرہ جاری تھا کہ یزید کے مرنے کی خبر آئی۔ یزید کی موت 14 ربیع الاول 64ھ مطابق 10 نومبر 683ء کو واقع ہوئی۔ شامیوں نے محاصرہ اٹھالیا اور واپس چلے گئے۔ (حیات صادقین ص 96 تا 101)

معاویہ بن یزید

دمشق میں معاویہ بن یزید کی بیعت کی گئی۔ اس نے خطبہ دیا کہ یہ خلافت ہمارا حق نہیں میرے دادا نے علی سے اور میرے باپ نے حسین سے لڑنے میں ظلم کیا۔ میں وہ چیز نہیں رکھنا چاہتا جو ظلم سے حاصل ہو۔ یہ کہہ کر محل کے اندر چلا گیا اور پھر وہاں سے دو مہینہ کے اندر مر کر ہی نکلا۔ اس کی موت بنی امیہ کے زہر دینے سے واقع ہوئی۔ مرتے وقت اس نے کہا اپنا جانشین مقرر کرلو۔ خلافت کی کڑواہٹ تو میں اپنے ساتھ لے جاؤں اور تم اس کی مٹھاس مزے مزے سے کھاؤ۔ یہ نہ ہوگا۔

معاویہ بن یزید کے مرنے کے بعد عبداللہ بن زبیر نے خلافت کا دعوی کیا۔ حجاز' عراق و خراسان میں اس کی حکومت قرار پائی۔ چند مہینوں کے لیے دمشق میں خلیفہ نہ تھا۔ محاصرہ اٹھاتے وقت حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیر کو دعوت خلافت دی اور کہا کہ میرے ساتھ دمشق چلو میں تمہاری بیعت کرا دوں گا۔ مروان بھی اس کی بیعت کے لیے تیار تھا لیکن عبداللہ بن زبیر کی ہمت نے اس کی مدد نہ کی۔ اگر وہ اس وقت شام پر حملہ کر دیتا تو اس کی فتح یقینی تھی۔ اور پھر تاریخ کا رخ بدل جاتا۔ لیکن اس کی لاپروائی اور کم عقلی نے شامیوں کو موقع دے دیا۔ کچھ دنوں بعد ضحاک بن قیس نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔ آخر کار مروان اور ضحاک کا مقابلہ ہوا۔ مرج رابط میں ضحاک کو شکست ہوئی۔ مروان کا شام پر قبضہ ہوگیا۔ اس کے بعد مروان نے یزید کی بیوہ سے شادی کرلی۔ یزید کا بیٹا خالد تھا۔ یہ واقعہ 64ھ کا ہے اس کی حکومت جلد

65ھ میں ختم ہوگئی۔ ایک دن مروان نے خالد کو برا بھلا کہا۔ خالد نے اپنی ماں سے ذکر کیا۔ اس نے رات کو مروان کا گلا گھونٹ کر مار دیا۔ یہ 3 رمضان 65ھ مطابق 13 اپریل 685ھ کا واقعہ ہے۔ مروان کی عمر 63 سال کی تھی اور اس نے نو مہینے 18 دن حکومت کی۔

عبداللہ بن زبیر نے مسند حکومت پر قدم رکھا ہی تھا کہ حسن بن محمد بن الحنفیہ کو حبس عازم میں قید کر دیا اور وہ بدترین قید خانہ تھا نہایت تنگ و تاریک جس میں سورج کی روشنی تک نہ آسکتی تھی۔ حشرات الارض سے پر تھا حسن اپنی حیلہ اور چالاکی سے وہاں سے نکل گیا۔

عبداللہ بن زبیر نے تمام بنی ہاشم کو جو مکہ میں تھے ایک شعب میں قید کر دیا اور ان کے اردگرد خشک لکڑیوں کا انبار لگا دیا تاکہ ذرا سی چنگاری اس میں پڑ جائے تو وہ جل جائیں۔ اس میں محمد بن حنفیہ بھی۔ کچھ عرصہ بعد بہت کوششوں سے لوگ بنو ہاشم کو آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے۔ (حیات صادقین ص 102)

محمد بن حنفیہ اور عبداللہ ابن عباس کو ابن زبیر نے اتنا تنگ کیا کہ وہ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ محمد بن حنفیہ تو ایلہ میں چلے گئے اور دو سال وہاں رہے جب تک ابن زبیر قتل نہ ہوگئے اور عبداللہ ابن عباس بھاگ کر طائف چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے ان واقعات کو دیکھا اور غور و تدبر کیا تو نتیجہ اخذ کیا۔

(1) امت کے ایک بڑے حصے نے اسلام ترک کر دیا۔ یہی نہیں کہ ترک کر دیا بلکہ عمداً ترک کر دیا۔ یہی نہیں کہ اسلام ترک کر دیا بلکہ کفر اختیار کر لیا یہی نہیں کہ کفر اختیار کر لیا بلکہ بڑی حد تک کفر واپس لانا چاہتے تھے۔

(2) یہ لوگ محمدؐ اور آل محمدؐ کے بدترین دشمن بن گئے۔ جناب مصطفیٰؐ کے اس

وجہ سے دشمن ہیں کہ وہ یہ دین لائے جنھوں نے کفر کو عرب سے دور کر دیا علی کے نام سے اس لیے جلتے تھے کہ علی کی تلوار نے نئے دین کو قائم کیا اور کفر کو شکست دی۔ آل محمدؐ کے اس وجہ سے دشمن ہیں کہ انہیں معلوم ہے کہ جب تک آل محمدؐ اس دنیا میں موجود ہیں کفر فروغ نہیں پا سکتا۔

(3) یہ خلافت اس قابل نہیں رہی کہ اس کو حاصل کرنیکی کوشش کی جائے۔ اس کے ہر رگ و ریشہ سے اسلام نکل گیا ہے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ تلوار کو خلافت سمجھنے لگے ہیں۔

(4) جد کے دین کو بچانا بھی ضروری ہے وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ساری دنیا سے علیحدہ ہو کر خاموشی کے ساتھ صحیح اسلام کی تلقین لوگوں میں کی جائے۔ لڑائی بے سود ہے۔ حب جاہ مال نے ان کی چشم بصیرت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ عترت رسول کو چھوڑ کر بالکل گمراہ ہو گئے ہیں لیکن عترت رسول ان کو کیسے چھوڑ سکتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی مصیبت ہمارے اوپر آپڑی ہے اگر ہم انہیں راہ راست پر آنے کی دعوت دیتے ہیں تو وہ سنتے نہیں اگر ہم انہیں چھوڑ دیں تو پھر ہمارے سوا کسی اور سے ہدایت پا نہیں سکتے۔

آپ اور آپ کے والد اہل مدینہ سے واقعہ حرہ میں بالکل علیحدہ رہے جبکہ یزید نے آپ کے خاندان پر لاانتہا ظلم کیے۔ اہل مدینہ اس کے خلاف اٹھے کوئی اور شخص ہوتا تو اس موقع کو غنیمت جان کر یزید سے بدلہ لینے کی کوشش کرتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علی بن حسین نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ وجہ کیا تھی؟

وجہ یہ تھی کہ اہل مدینہ کا مقصد آپ کے مقصد سے بالکل علیحدہ تھا۔ اہل مدینہ حق کی مدد کے لیے نہ اٹھے تھے بلکہ عبداللہ بن زبیر کی مدد و حمایت میں اٹھے تھے۔

اس سے بیعت کر لی ہوئی تھی۔ مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ سے خطاب کر کے

کہا کہ تم اس فاسق عبداللہ بن زبیر کی طرف نہ جاؤ۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔ اس کا جواب اہل مدینہ نے دیا کہ ہم عبداللہ بن زبیر کی طرف سے لڑیں گے۔ اگر تم نے اس کی طرف قدم بڑھایا تو ہم تجھے ہلاک کر دیں گے۔ (طبری جلد 6 ص 7)

جب یہ حالت تھی تو علی بن حسین کیوں ان کا ساتھ دیتے۔ نہ ساتھ دیا۔ نہ مخالفت کی۔ جب اہل مدینہ نے بنو امیہ کا محاصرہ کر لیا تو پہلے مروان نے عبداللہ بن عمر سے درخواست کی وہ اس کی عورت اور بچوں کو اپنی پناہ میں لے لیں۔ لیکن عبداللہ بن عمر نے قطعی انکار کر دیا۔ حالانکہ مروان کی بیوی حضرت عثمان کی بیٹی تھی۔ اور جب اہل مدینہ یزید کی بیعت توڑنے لگے تو انہوں نے یزید کی دوستی میں اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور کہا کہ خبردار تم میں سے کوئی یزید کی خلع بیعت نہ کرے اگر کرے گا تو میں اس سے تعلق نہ رکھوں گا۔ ان کے انکار پر مروان نے حضرت علی بن حسین سے یہی التجا کی اور جناب نے فوراً منظور کر لی اور ثابت کر دیا کہ مصیبت کے وقت اگر ان کا دشمن بھی سوال کرے تو یہ رد نہیں کرتے۔ دوست دشمن بلکہ سب کے کام آتے ہیں۔

باب 7

جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب اور ان کے زمانہ کے علماء و فقہا

جابر عبداللہ جو کہ صحابی رسول تھے اور حضور نے ان کی زبانی امام محمد باقر کو سلام بھجوایا تھا۔ انہوں نے طویل عمر پائی تھی۔ جابر بن یزید الجعفی نے۔ کیسان الجتانی نے آپ سے روایت کی ہے۔ اور فقہا میں۔ ابن مبارک۔ زہری ابو حنیفہ۔ مالک۔ شافعی۔ اوزاعی۔ زیاد بن منذر نے۔ مورخین میں سے طبری۔ بلاذری۔ السلامی اور خطیب نے آپ کی روایتیں لی ہیں۔

اسی طرح موطا۔ حلیتہ الاولیا۔ شرف مصطفےٰ۔ سنن ابو داود۔ مسند ابی حنیفہ۔ مسند مروزی۔ ترغیب الاصفہانی۔ بسط الواحدی۔ تفسیر النقاش زمخشری اور رسالہ السمعانی میں جناب امام محمد باقر سے روایت لی گئی ہے۔ آپ کی کتنی عام و سیع ہمہ گیر تعلیم تھی جو سب کو کھینچ کر اپنی طرف لے آئی۔

آپ کے اصحاب یہ تھے۔ جابر بن عبداللہ انصاری۔ جابر بن یزید جعفی۔ زرارہ۔ عامر بن عبداللہ بن شریک العامری۔ فضیلی بن ایسار البصری۔ سلام بن المتیز۔ برید بن معاویہ العجلی۔ الحکیم بن ابی نعیم۔ محمد بن مسلم الثقفی۔ عبداللہ بن ابی یعفور۔ زیاد بن ابی المنذر الاعمی (ابو جارود) زیاد بن الحداء ابی رجاء (ابو عبید الحداء) زیاد بن سوقہ۔ زیاد مولی محمد الباقر۔ زیاد بن ابی زیاد المنقری۔ زیاد نبی الاحلام۔ ابو بصیر یحیی بن ابی قاسم مکفوف۔ حمران۔ بکیر۔ عبدالملک و عبدالرحمن پسران اعین۔

محمد بن اسماعیل بن بزیع۔ عبداللہ بن میمون القداح۔ محمد بن مروان الکوفی۔
اسماعیل بن فضل الہاشمی نوفل ابن الحارث۔ ابو ہارون المکفوف ظریف ابن ناصح۔ سعید ابن الاسکاف الدولی۔ اسماعیل جابر الخثعمی۔ الکوفی۔ عقبہ بن بشیر الاسدی۔ اسلم المکی جو ابن حنفیہ کا غلام تھا۔ ابو بصیر لیث ابن البختری المرادی۔ کمیت بن زیاد الدسدی ناجیہ بن عمارہ الصیداوی۔ معاذ بن مسلم العصراء النحوی۔ بشیر الرجال۔

جناب محمد باقر علیہ السلام کے چند اصحاب کے مختصر حالات

جابر بن عبداللہ انصاری۔ یہ جناب رسول کے صحابی تھے۔ اصحاب رسول کے آخری شخص ہیں جناب رسول خدا کے ہمراہ غزوہ بدر اور دیگر اٹھارہ جنگوں میں تھے ان کے والد عبداللہ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ جنہوں نے رسول خدا سے بیعت کی۔ دوسری ستر 70 اشخاص والی بیعت میں جابر بھی شریک تھے۔ جناب علی کے مخلص اصحاب میں سے تھے۔ جابر بن عبداللہ صبح شام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرتے۔ جابر کی ہی خصوصیت قابل ذکر ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے عاشورہ محرم 61ھ سے چالیس دن بعد 20 صفر کو امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی۔

ابو حمزہ ثمالی

ان کا نام ثابت بن دینار ہے ان کے تین پسران۔ منصور، نوح اور حمزہ کی زید شہید کے ہمراہ شرف شہادت ملا۔ ان کا مجلس امام میں بیٹھ کر علم سیکھنا لکھا ہے۔ ابو حمزہ چار اماموں کی خدمت میں پہنچے۔ وہ صاحب تصانیف ہیں علم تفسیر و حدیث میں ان کی کتابیں موجود ہیں۔
ایک دفعہ ابو حمزہ کی لڑکی کے کہیں گر کر ہاتھ میں ضرب آئی۔ اس کو ایک

شخص کے پاس علاج کے لئے لے گئے۔ اس نے ہاتھ کو دیکھ کر کہا۔ ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ ابو حمزہ بیتاب ہو کر رونے لگے اور اس کی صحت کے لئے دعا کی وہ لکڑی لینے کے لئے گیا کہ ہاتھ کو باندھے جب واپس آیا تو دیکھا کہ ہاتھ درست تھا۔ دوسرا ہاتھ دیکھنے لگا کہ دھوکہ تو نہیں ہو گیا۔ دونوں ہاتھ درست تھے۔ ابو حمزہ کی دعا کام کر گئی۔

ابو بصیر

اس کنیت کے چار اصحاب امام محمد باقر کے تھے۔ بعض دفعہ روایت کے منسوب کرنے میں مغالطہ ہو جاتا ہے ابولیث بن البختری المرادی ہیں۔ یہ راویاں میں ثقہ ہیں۔ امام جعفر صادق کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جنہوں نے ہمارے ذکر کا احیاء کیا اور میرے باپ کی احادیث کو لوگوں میں پھیلا دو کیا وہ ابو بصیر المرادی ہیں اور زرارہ۔

محمد بن مسلم۔ برید بن معاویہ العجلی ہیں۔ یہ حافظاں دین اور امانت دار ہیں۔ حلال اور حرام کی تمیز ان کے ذریعہ کرائی گئی اگر یہ چاروں نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع ہو جاتے۔

ابو بصیر عبداللہ محمد الاسدی

یہ جناب امام محمد باقر کے ان چھ اصحاب میں سے تھے جو کہ افقہ یعنی بڑے ہی فقیہ کہلاتے تھے۔ وہ ابو بصیر اسدی۔ محمد بن مسلم۔ فضل بن یسار۔ بریدالعجلی اور ابو بصیر المرادی ہیں۔

ابو بصیر ابن حارث تمری

ان کے حالات زیادہ معلوم نہیں ہیں۔

ابو بصیر یحییٰ بن ابی قاسم الاسدی۔

ان کے والد ابو قاسم کا نام اسحاق تھا جناب امام محمد باقر کے راویاں میں سے

ہیں۔ یہ نابینا تھے۔ امام کے اثقہ اصحاب میں سے تھے۔ امام جعفر صادق کی صحبت کا شرف حاصل کیا تھا ان دونوں اماموں کو ان پر بڑا اعتبار تھا۔

ایک دفعہ لوگوں نے امام جعفر صادق سے سوال کیا کہ اگر کوئی مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہو اور آپ مل نہ سکیں تو کس سے رجوع کریں فرمایا۔ ابو بصیر اسدی سے۔

زرارہ بن اعیسن شیبانی کوفی

یہ جناب امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کے عظیم الشان اور عالی مرتبت اصحاب میں سے تھے۔ وہ اپنے دور کے بزرگ فقیہ' متکلم' ادیب اور شاعر ہو گذرے ہیں۔

ایک دفعہ دس بارہ اشخاص جناب امام جعفر صادق کے پاس بیٹھے تھے کہ زرارہ کا ذکر آیا۔ آپ نے اس کو توریتہ اچھے الفاظ سے یاد نہ کیا اور لوگوں کے دلوں میں یہ تاثر پیدا ہوا کہ زرارہ آپ کے دوست نہیں۔ یہ خبر زرارہ کو ملی۔ انہوں نے اپنے پسر حسین یا عبداللہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور عرض کی کہ لوگ مجھے آ کر کہتے ہیں کہ آپ نے میرا ذکر برائی کے ساتھ کیا ہے آپ نے ان سے کہا کہ اپنے باپ کو میرا سلام کہنا کہ تم ہمارے بہترین دوستوں میں سے ہو۔ ہماری روایات کے حامل ہو۔ قسم خدا کی تم سے رضامند ہوں۔ میں نے جو کچھ لوگوں کے سامنے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے دشمن ہیں اور ان کی ایذا رسائی پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہماری دوستی کی وجہ سے ہمارے دوستوں پر عیب لگاتے ہیں۔

اے زرارہ! ہم سے محبت کرنے میں تم مشہور ہو گئے ہو۔ یہ لوگ تم سے عداوت کرنے لگے ہیں اب جو تمہاری ذم اور تنقیص ہماری طرف سے مشہور ہو گئی

تو ان کے خیالات کو بدل دے گی اور یہ تم سے دوستی کرنے لگیں گے۔ انہوں نے 150ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن مسلم ثقفی طائفی کوفی

یہ امامین علیہما السلام کے راویاں ثقہ میں سے ہیں۔ انہوں نے تیس ہزار حدیث جناب امام محمد باقر اور سولہ ہزار امام جعفر صادق سے حاصل کیں۔ ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے کہا۔ اے محمد۔ تواضع اور فروتنی اختیار کرو۔ اس کا اتنا اثر محمد بن مسلم پر ہوا کہ ٹوکرا کھجوروں کا لے کر در مسجد پر جا بیٹھے اور فروخت کرنے لگے اور اس کام کو چھوڑ کر ایک شتر لے کر خراس کھول لیا۔ اور آٹا پسوانے لگے۔ اس وجہ سے اس کو لوگ طحان کہنے لگے۔

ابو کہمش سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ محمد بن مسلم ثقفی نے ابو لیلیٰ قاضی کے ہاں شہادت دی تو اس نے قبول نہ کی۔ تم کوفہ جاؤ تو ابو لیلیٰ کے پاس جانا اور تین سوال کرنا لیکن شرط یہ ہے کہ جواب رسول کی حدیث سے ہو۔ یہ نہ ہو کہ میرا قیاس یہ ہے۔ یا میرے اصحاب یہ کہتے ہیں۔ ابو کہمش کہتے ہیں کہ میں کوفہ گیا تو پہلے قاضی ابو لیلیٰ کے پاس گیا اور سوال کئے جو امام نے بتلائے تھے سوال یہ تھے:۔

1۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں شک ہو کیا کرنا چاہیے؟
2۔ بدن یا کپڑا پیشاب سے نجس ہو جائے تو اسے کس طرح پاک کرنا چاہئے؟
3۔ ایک شخص حج میں سات کنکریوں سے رمی جمرات کرنا چاہتا ہے ایک کنکری گر گئی تو اسے اب کیا کرنا چاہئے؟

قاضی ابو لیلیٰ ان میں سے کسی سوال کا جواب آنحضرت کی حدیث سے نہ دے سکا تو اس سے پوچھا کہ تو نے محمد بن مسلم کی گواہی کیوں رد کی۔ حالانکہ وہ احکام خدا

اور سیرت رسول خدا کو تجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ ابو لیلیٰ جواب نہ دے پایا۔ اور شرمندہ ہوا۔ محمد بن مسلم کو دوبارہ بلایا اور اس کی گواہی کو دوبارہ نافذ کیا۔ اور شرمندہ ہوا۔

اصحاب امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق میں سے دو آدمی قاضی شریک کے پاس گئے اور ان سے نماز کے متعلق سوال کیا۔ شرط یہ تھی کہ حدیث رسول سے جواب ہو۔ کسی کا اور کا قول و قیاس نہ ہو۔ ایک سوال تھا کہ قصر نماز کتنی مسافت پر ہوتا ہے اور نماز جمعہ کس پر واجب ہوتی ہے۔ لیکن قاضی شریک ان سوالات کا جواب قول رسول سے نہ دے سکا اور ان آدمیوں سے پوچھا کہ تمارے پاس اس کا علم ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ ہم سے محمد بن مسلم ثقفی نے کہا کہ انہوں نے امام جعفر علیہ السلام باقر سے روایت سنی اور امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول بیان کیا۔

ان التقصير يجب في بريدين و اذا اجتمع خمسته احدهم الامام فسليم ان يجمعوا۔

یعنی دو برید منزل کی مسافت پر نماز کا قصر کرنا ہوتا اور جب پانچ آپ جمع ہوں جن سے ایک پیش نماز ہو۔ تو ان کو چاہیئے کہ نماز بجالائیں۔

امام کا یہ طریقہ جاری رہا لوگ آتے اور مسائل دریافت کر کے علم حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ محمد بن مسلم مدینہ میں درد پہلو میں مبتلا تھے کہ حضرت امام محمد باقر کا ایک خادم شربت رومال میں ڈھکے ہوئے لایا۔ اور کہا کہ یہ حکم ہے کہ اس کو پی کر میرے ساتھ چلو اور حاضر خدمت امام ہو۔ محمد حیران تھے کہ میں شدت ضعف سے کھڑا تو ہو سکتا نہیں۔ حکم کی تعمیل کیونکر ہو گی۔ مگر شربت کا معدہ میں پہنچنا تھا کھڑا ہوا اپنے پاؤں چل کر در دولت پر حاضر ہوا۔ اطلاع کرائی اندر سے آواز آئی۔

تندرست ہو چلا آ۔ (کشف الحقائق ص 296

جابر بن یزید الجعفی

کوفہ کے رہنے والے تھے طلب علم کے سلسلہ میں مدینہ آئے اور جناب امام محمد باقر کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ امام علیہ سلام نے فرمایا۔ اگر کوئی تم سے پوچھے تو اپنا وطن عراق نہ بتانا بلکہ کہنا کہ میں اہل مدینہ سے ہوں۔ جابر نے کہا کہ کیا جھوٹ نہ ہو گا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ جھوٹ نہیں جب تم مدینہ میں ہو اہل مدینہ سے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ لوگ آپ کے کتنے دشمن تھے۔ امام زین العابدین فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ میں بیس آدمی بھی ایسے نہیں جو ہم کو دوست رکھتے ہوں۔

ان سے علوم و احادیث رسول کون حاصل کرے گا جبکہ حالات ایسے ہوں۔

اکثر علماء نے اماموں کے سلسلہ کو سلسلۃ الذہب کہا ہے۔ ایک عارف شاعر کا قول ہے۔

اذا شئت ان ترضی لنفسک مذھبا
ینجیک یوم البعث من لھب النار
فدع عنک قول الشافعی و مالک
و احمد و المروی عن کعب ابن احبار
و وال اناسا قولھم و حدیثھم
روی جدنا عن جبرئیل عن الباری

ترجمہ:۔ جب تو چاہے کہ اپنے لئے کوئی مذہب اختیار کرے کہ بروز قیامت تجھے شعلہ جہنم سے بچائے تو شعافعی۔ مالک و احمد بن حنبل کے قول کو اور ان باتوں کو جو کعب احبار سے مروی

ہوں چھوڑ ان لوگوں سے محبت کر جن کا قول و حدیث یہ ہے
ہمارے جد امجد محمد مصطفےٰ نے جبرئیل سے اور انہوں نے رب
العالمین سے روایت کی ہے۔ (نور المشرقین)

محمد بن مسلم نے کہا۔ ایک عورت آئی اور بتلایا کہ میری لڑکی درد زہ کے صدمے سے مر گئی۔ اس کے شکم میں بچہ زندہ حرکت کرتا معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے۔

محمد بن مسلم نے کہا۔ ایسا ہی سوال محمد بن علی الباقر سے کیا گیا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا شکم متوفیہ چاک کر کے بچہ کو نکال لیں۔ اے نیک بخت تو بھی ایسا ہی کر۔ پھر کہا میں اس شہر میں مفتی مشہور نہیں ہوں۔ تجھے میرا نشانی پتہ کس نے بتلایا۔ کہا میں ابو حنیفہ صاحب الرائے کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے کہا مجھے اس مقدمہ میں کچھ معلوم نہیں۔ تو محمد مسلم کے پاس جا اور جو کچھ وہ کہیں مجھے بھی اس سے آگاہ کرنا۔

راوی کہتا ہے کہ اگلے روز جو محمد بن مسلم مسجد میں گئے تو اتفاق سے امام صاحب اسی مسئلے اور فتوے کا ذکر اپنے شاگردوں سے کر رہے تھے۔ انہوں نے کھنگارا تو فرمایا۔

اللہم عفراً پروردگار مغفرت کر وعنا تعیش ہمیں زندہ رہنے دو۔ (کشف الحقائق ص 290 295)

ابو جعفر منصور نے مقرر کیا تھا کہ جو جعفر صادق علیہ السلام سے مسائل پوچھے اس کو ایک اشرفی جرمانہ کرتا اور ابو حنیفہ سے پوچھتا ہے اس کو ایک اشرفی انعام دیتا اس چلت سے لوگ اسی طرف رجوع کرنے لگے۔

ایک روز کسی مومن کو کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت پڑی گھر سے نکلا تو خیال آیا کہ اپنے امام کی طرف جاتا ہوں تو ایک اشرفی دینی پڑے گی جو پاس موجود نہیں اگر امام ابو حنیفہ کی طرف جاؤں تو ایک اشرفی ملے گی۔ اس معاملہ کو سوچ

کر پہلے ابو حنیفہ کے پاس گیا جا کر ایک اشرفی لے آؤں۔ خیال آیا کہ اس کی جماعت کو کیوں بڑھاؤں۔ اس خیال سے واپس لوٹ آیا۔ دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ رہا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ کھولا تو امام تھے حضرت نے مسئلہ اس کو بتلایا اور فرمایا جتنے قدم چل کر تو گیا ہے اتنے ہی فاصلہ پر تیری والدہ ارادہ زنا سے نکلی تھی اور واپس ہوئی۔ (کشف الحقاق 35 36)

جابر بن یزید جعفی نے عنوان بصری سے فرمایا کہ حقیقت عبودیت کی یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک نہ جانے۔ ہر شے کو خدا کا مال سمجھے کیونکہ غلام کسی شے کے مالک نہیں ہوتے۔ ایسا ہو گا تو مال کو جہاں حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے خرچ کرے گا اور یہ اس پر دشوار نہ ہو گا اور جو اپنے امور خدا کے سپرد کر دے گا۔ اس پر مصائب گراں نہ گزریں گے اور جو امر و نہی خدا کو بجا لانے میں مشغول رہے گا۔ اس کو لوگوں سے لڑائی جھگڑا کرنے اور فخر مباہات کی فرصت نہ ملے گی۔ بس ایسے شخص کے آگے دنیا اور اہل دنیا خوار دکھائی دیں گے اور ابلیس لعین اس کو صراط مستقیم سے ہٹا نہ سکے گا۔

امام نے فرمایا۔ پہلا درجہ تقویٰ کا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ میں نو(۹) امور کی وصیت کرتا ہوں۔ تین ان میں ریاضت نفس کے متعلق ہیں۔ تین حلم کے۔ تین علم کے۔ ان کو یاد رکھو اور عمل میں لاؤ ریاضت کے متعلق تین باتیں ہیں کہ بغیر اشتہا اور خواہش کھانا نہ کھانا کیونکہ بے بھوک کے کھانا آدمی کو ابلہ اور احمق بناتا ہے دوسرے کھانا حلال ہو۔ تیسرے ہر کھانے سے پہلے بسم اللہ کہو اور حدیث رسول کو یاد رکھو۔

ما ملاء ادمی دعاء شراً من بطنة

کہ آدمی کسی ظرف کو پر نہیں کرتا کہ اس کے شکم سے بدتر ہو۔ کہ ثلث بطن طعام (کھانے) ثلث پینے اور ثلث سانس کے

لئے ہے۔

اور حلم کی تین باتیں یہ ہیں۔ کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ ایک کہے گا تو دس سنے گا۔ تو اس سے کہہ کہ اگر تو دس کہے گا تو ایک بھی نہ سنے گا۔ جو کوئی دشنام (گالی) دے تو کہہ اگر تو سچا ہے تو میں دعائے مغفرت کروں گا اگر دروغے ہے تو تیرے لئے دعا مانگوں گا۔ اگر جو تیرے ساتھ سختی کرے تو دعا و نصیحت سے اس کے ساتھ پیش آ۔

علم کے تین امر ہیں۔ کہ جو بات معلوم نہ ہو علماء سے دریافت کر مگر امتحان کی خاطر ان سے ہرگز نہ پوچھو۔ خبردار اگر اپنی رائے سے کوئی کام کرے بلکہ عمل بالاحتیاط کر جہاں تجھے کوئی راستہ نہ ملے اور فتوے دینے سے اس طرح بھاگ جس طرح کوئی شیر سے بھاگتا ہے۔ ہرگز اپنی گردن کو آدمیوں کے گزرنے سے لئے پل نہ بنا۔ (کشف الحقائق 82 تا 85)

عبدالمومن انصاری نے کہا میں نے حضرت ابو عبداللہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اختلاف امتی رحمۃ کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے۔ جب ان کا اختلاف رحمت ہوا تو اتفاق باعث عذاب ہو گا۔ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں جو خیال کرتا ہے کہ دین میں اختلاف کرنا موجب رحمت ہے۔ دین تو ایک ہے اس میں اختلاف کیا۔ یہاں اختلاف فی البلدان یعنی بلاد اسلامیہ میں آمدورفت کرنا جو طالب علم کے لئے باعث رحمت ہے مطلب یہ دوسرے ملک سے بھی علم حاصل ہو تو اچھا ہے جبکہ امت کے لوگ کسب علوم اور ترویج دین کے لئے سفر کریں۔ (نورالمشرقین)

دیکھا کہ امام نے کس طرح اصل مطلب حدیث مبارک کا فرمایا اور واضح کیا؟

ایک زندیق نے کہا بقول آپ کے خدا نے شیطان کو پیدا کیا۔ اپنے بندوں پر تسلط بخشا تاکہ ان کو بہکائے اور اطاعت کے راستہ سے ان کو منحرف کرے اور گناہ کے

راستہ پر ان کو ڈالے وغیرہ۔

فرمایا شیطان دشمن خدا ہے مگر ایسا کہ اس کی دوستی سے اللہ جل شانہ کو نفع نہیں اور نہ ہی نقصان کا خدشہ ہے۔ خوف اور اندیشہ اس دشمن سے ہوتا ہے جس سے نفع اور ضرر کی امید ہو۔ حق تعالیٰ نے دوسرے بندوں کی طرح عبادت کے لئے پیدا کیا۔ پس وہ ملائکہ سموات کے ہمراہ مشغول عبادت رہا حتیٰ کہ سجدہ آدم کے معاملے میں اس کا امتحان ہوا۔ تو حسد غالب آیا اور انکار کیا حکم الٰہی کا منکر ہو گیا۔ پس ملائکہ کی صف سے نکالا گیا اور مردود ہو کر پستی زمین میں ڈال دیا گیا۔ اور اولاد آدم کا دشمن ہو گیا۔ باوجود نافرمانی کے اس نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا۔

زندیق نے عرض کیا کہ خدا کے سوا اور کسی کے لئے سجدہ جائز ہے؟ کہا نہیں وہ بولا پھر وہ آدم کو کیوں سجدہ کرتا فرمایا جو سجدہ حکم خدا سے ہو وہ خدا کو سجدہ ہے پس اللہ کے حکم سے سجدہ کرنا خدا کو سجدہ کرنا ہے۔ فرمایا جو اس نے پیدا کیا عین حکمت و مصلحت ہے یہاں ایک مثال نقل کی جاتی ہے جو واقعہ ہے:۔

حضرت موسیٰ یا حضرت سلیمان ایک جگہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے ایک کتا دیکھا۔ تو کہا کتنا بدصورت ہے اور قبیح منظر ہے۔ وہ گویا ہوا۔ یہ شکل اللہ کی بنائی ہوئی ہے اگر آپ اسے درست کر دیں تو اچھا ہو۔ نبی نے منہ پیٹ لیا اور عرصہ تک اللہ سے معافی مانگتے رہے۔

زندیق نے کہا۔ تم ختنہ کر کے اللہ تعالیٰ کی صنعت کو کیوں بگاڑتے ہو اور ختنہ کر کے خدائی پر عیب لگاتے ہو۔ فرمایا ہم عیب نہیں لگاتے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ختنہ کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ پیدائش کے وقت ناف کو قطع کرنا سنت ہے اگر یہ اس کو بحال رہنے دیا جاوے تو موجب فساد ہے۔ جیسا کہ ناخنوں اور بالوں کو کاٹنا سنت قرار دیا اگر انہیں بحال رہنے دیا جاتا تو وہ مکروہ فرمایا ہے۔

زندیق نے عرض کیا کہ غسل جنابت کیوں فرض ہوا آدمی نے حلال کام کیا تو

اس میں تو اس میں نجاست کیسی؟ امام نے فرمایا جنابت بھی مثل حیض کے ہے کیونکہ منی در حقیقت خون ہے کہ پختہ نہیں ہوا۔ جماع میں سخت حرکت کرنی پڑتی ہے جس سے سانس چڑھ جاتا ہے فارغ ہوتا ہے تو ایک بدبو جسم سے پیدا ہوتی ہے اس کو رفع کرنے کے لئے غسل کی ضرورت ہے نیز غسل جنابت ایک امانت خدا ہے جس سے بندوں کی آزمائش و امتحان کرتا ہے۔ اسی زمانہ میں سوال پیدا ہوا۔ آیا مجوسی دین حنیف کے قریب تر ہیں یا ایام جاہلیت اس سوال کا جواب امام نے فرمایا۔ عرب جاہلیت میں دین حنیفہ کے قریب تر تھے مجوسی جملہ انبیاء اور ان کی کتابوں کو نہیں مانتے تھے۔ ان کی دلیلوں اور ان کی احکام کی پروا نہیں کرتے تھے کیخسروان بادشاہ ہوئے ہیں انہوں نے اپنے وقت میں تین سو نبیوں کو قتل کیا۔

مجوسی غسل و کفن میت نہیں کرتے تھے۔ عرب اس کو کرتے تھے۔ غسل جنابت مجوسی نہیں کرتے تھے جو انبیاء کی خالص سنت ہے مجوسی ختنہ نہیں کرتے تھے جبکہ عرب کرتے تھے مجوسی اپنے مُردوں کہ غسل و کفن چہ جائیکہ وہ جنگلوں اور غاروں میں پھینک آتے تھے عرب مردوں کو غسل و کفن کے بعد زیر زمین دفن کرتے اور یہ حضرت آدم کے زمانہ سے چلا آیا۔

مجوسی ماں بہن سے مقاربت کرتے اور بیٹیوں تک نہ چھوڑتے تھے عرب اس کو حرام جانتے تھے۔ مجوسی منکر بیت اللہ حتیٰ کہ اسے شیطان کا گھر کہتے تھے جبکہ عرب اس کی تعظیم کرتے تھے۔

پھر زندیق نے کہا۔ شراب کو شرع نے کیوں حرام کیا؟ وہ تو بڑے لطف کی شے ہے فرمایا۔ شراب ام الخبائث ہے۔ جڑ ہے تمام برائیوں کی۔ شراب خور کی عقل سلب ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کو نہیں پہچانتا اور فسق فجور میں داخل ہو جاتا ہے ذبح شدہ کا خون کیوں حرام ہے؟

فرمایا اس کا کھانا موجب قساوت و سنگدلی ہے۔ دل سے رحم دور ہو جاتا ہے

بدن کو گندہ اور بدبو دار کرتا ہے اور رنگ کو بگاڑتا ہے جن کو جذام کی بیماری ہوتی ہے خون کے کھانے سے ہوتی ہے۔

مردہ اور ذبح شدہ میں کیا فرق ہے؟ کیوں اس کو حرام اور دوسرے کو حلال قرار دیا جاتا ہے؟

فرمایا بڑا فرق ہے۔ وہ نام خدا لیکر حلال کیا جاتا ہے۔ دنیا کے تمام مذہبوں اور شرائع میں مطلوب ہے۔ مردہ کا خون نہیں نکلتا اس میں جذب ہو جاتا ہے تو اس کا گوشت ثقیل ہو جاتا ہے اور غیر گوارندہ ہوتا ہے۔

پوچھا دوزخیوں کے عذاب کرنے کو آتش جہنم کافی نہ تھی اور ضرورت سانپ بچھوؤں کی ہوتی ہے؟ فرمایا۔ یہ اس لئے ہے جو خدا کو واحد۔ ان کا پیدا کرنے والا نہیں جانتے اوروں کو اس کا شریک گردانتے ہیں ان کو سانپ بچھو کاٹیں گے کہ اپنے عقیدہ کا مزہ چکھیں۔

پوچھا۔ کہ کہ اہل بہشت غذا کھائیں گے اور فضلہ ان کا جدا نہ ہو گا۔

فرمایا ان کی غذا لطیف اور رقیق ہو گی جس میں ثقل نہ ہو گا۔ ہلکا سا پسینہ آکر خالی ہو جائیں گے۔

عرض کیا۔ حوریں ستر ستر حلے ایک پر ایک پہنیں گی اور ہڈی کا مغز ان کا دکھائی دے گا۔

فرمایا۔ ان کی لطافت و نفاست بدن لباس سے ہے جیسا کہ شفاف پانی میں پیسہ گر جائے اور وہ نیزہ بھر نیچا چلا جائے پھر بھی نظر آئے۔

زندیق۔ جنت والوں کو ان کی عیش و عشرت کا مزہ آئے گا جبکہ ان کے عزیز و اقارب دوست آشنا وہاں موجود نہ ہوں گے اور یاد آئیں گے وہ جانیں گے کہ شاید دوزخ میں چلے گئے ہوں۔

فرمایا۔ حق تعالیٰ ان کی یاد کو ان کے دلوں سے محو کر دے گا۔ امید رہے گی کہ

وہ ہمارے پاس آجائیں گے۔

حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس کے پاس پانچ دانے خرمایا پانچ درہم یا پانچ روٹیاں ہیں۔ وہ انہیں خرچ کرنا چاہے۔ تو چاہیے ایک ان میں سے ماں باپ کو دیدے۔ دوسری اپنے عیال پر خرچ کرے۔ تیسری محتاج اقربا و رشتہ داروں کو دے۔ چوتھی پریشان ہمسایوں کو دیدے۔ پانچویں راہ خدا میں خیرات کرے یہ پانچواں مقام ان چاروں کی نسبت پست رتبہ و کم ثواب رکھتا ہے۔

حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ میری امت میں چند اشخاص ہیں کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایک وہ جو والدین کو نفریں کریں اور بد دعا دے۔ دوسرے وہ جو اپنا مال کسی کو بطور قرض دے یا دیگر طرح دے اور واپس لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور وثیقہ لکھوائے اور کس کو گواہ نہ کرے اور لینے والا مال واپس نہ کرے اور یہ اس کے لئے بد دعا کرے۔

تیسرے وہ جو اپنی عورت کو لعن و نفریں کرے۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے اسے طلاق دینے کا حق دیا ہے۔

چوتھے جو گھر میں بیٹھ رہے اور تلاش معاش نہ کرے اور حق تعالیٰ سے رزق حلال طلب نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے کیہ میں نے تمہیں ہاتھ پاؤں نہیں دیئے کہ طلب معاش کرے۔

پانچویں جسے حق تعالیٰ نے بہت سا مال عطا کیا وہ بے حساب بخشش میں مال خرچ لٹا کر قلاش ہو جاوے اور دعا کرے کہ مجھے روزی عطا کر حق تعالیٰ فرما) ہے کہ میں نے تجھے مال کثیر نہیں دیا تھا تم نے فضول خرچی کی۔

ایک مرتبہ عمرابن عبید (فرقہ معتزلہ) نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ:

او لم یرالذین کفروا ان سموات والارض کانتا رتقا

ففتقلها

یعنی زمین آسمان پہلے بستہ تھے۔ ہم نے ان کو شگافتہ کیا سے مراد ہے؟

آپ نے فرمایا۔ آسمان پہلے بند تھا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی قطرہ آسمان سے زمین پر نہ برستا تھا اور زمین بستہ تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر کسی قسم کی گھاس پیدا نہیں ہوتی تھی۔ خدا سبحانہ نے جب حضرت آدم کی توبہ قبول کی تو زمین کو حکم دیا۔ ابر آیا اس سے پانی برسنے لگا۔ پس یہ مراد۔ رتق فتقا سے ہے۔ (مآثر الباقریہ ص28)

محمد بن منکدر کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ امام محمد باقر دو غلاموں کے سہارے عین دوپہر کے وقت اپنے کسی باغ کو جو خرما کا تھا۔ تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ جسیم تھے تو بدن اطہر زحمت رفتار سے تمام پسینہ پسینہ ہو رہا ہے۔ میں نے کہا یا ابن رسول اللہ بہتر ہوتا کہ یہ زحمت اپنے آپ پر گوارا نہ کرتے اگر حکم خدا (موت) آجائے جبکہ آپ طلب دنیا میں مشغول ہوں۔ کیا یہ بری بات نہیں؟ امام نے جب سنا تو ٹھہر گئے۔ دست مبارک اپنے غلاموں کے شانوں سے ہٹا دیا اور فرمایا۔ یا ابن منکدر اگر حکم خدا اس وقت پہنچے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ میں اس وقت عبادت خدا میں مصروف ہوں۔ جانتا ہوں کہ اپنے آپ کو اپنے عیال کو تجھ جیسے کے پاس سوال کرنے سے بچاؤں۔ طلب معاش بقدر ضرورت عبادت خدا ہے طلب دنیا نہیں خوف کا مقام اس وقت تھا جب میں کسی معصیت کے کام میں مبتلا ہوتا۔ ابن منکدر نے یہ سنا تو کہا رحمک اللہ میں آیا تھا کہ تمہیں نصیحت کروں مگر آپ نے مجھے نصیحت کر دی۔ (کشف الحقائق ص 433-234)

ایک شخص نے ایک شیرخوار لڑکی سے عقد کیا۔ اس کی بڑی پہلی زوجہ نے اسے دودھ پلا دیا۔ ابن شرویہ کے پاس جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو اس نے کہا اس

شخص پر وہ لڑکی حرام ہو گئی۔ اس لیے کہ اس کی بیٹی ہو گئی ہے اور دوسری زوجہ بھی حرام ہو گئی۔ اس لیے کہ وہ اس کی ساس ہو گئیں۔ یہ مسئلہ امام محمد باقر کے پاس پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ابن شیرویہ نے غلطی کی ہے۔ اس پر زوجہ صغیرہ حرام ہوئی اور وہ عورت جس نے دودھ پلایا اور پہلے والی زوجہ اس پر حرام نہ ہوئی ہیں کیونکہ اس نے اپنے شوہر کی بیٹی کو دودھ پلایا۔ ماثر الباقریہ ص 49

ایک شخص شام کا رہنے والا امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور یہ پوچھا کہ یہ خانہ کعبہ کس زمانہ سے ہے آپ نے فرمایا جب خداوند تعالیٰ نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ یعنی روئے زمین پر ایک خلیفہ پیدا کروں گا۔ تو ملائکہ نے واویلا کی اور کہا۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء یعنی تو روئے زمین پر ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کرے گا جو اس میں فساد کرے اور خون ریزی کرے حالانکہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے فرمایا۔ انی اعلم مالا تعلمون جس بات کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ تب فرشتوں نے سمجھا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ جو خدا کے فعل پر اعتراض کیا۔ نادم ہو کر عرش الٰہی کے گرد گھومنے لگے اور پناہ مانگنے لگے اور اپنی اس لغزش سے توبہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سات چکر لگائے۔ تو خدا سبحانہ نے ان کو معاف کر دیا اور حکم دیا کہ تم زمین پر جاؤ اور وہاں ایک گھر بناؤ کہ میرے بندوں میں سے جو گنہگار ہو تمہاری طرح اس کا طواف کرے تو میں اس سے اس طرح راضی ہوں گا جس طرح تم سے راضی ہوا۔

پھر اس نے پوچھا کہ حجر اسود کب سے ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم نے روز الست بنی آدم سے اقرار لیا تو قلم سے کہا کہ ان کے اقرار کو اور جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس کو لکھ قلم نے لکھا تو اس نوشتہ کو خدا نے اس پتھر میں امانت رکھا اس لیے لوگ اس کو بوسہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں اللھم امانتی ادیتھا و میثاقی تعاھدتہ یشھدی عندک بالوفاء۔ خداوند نے اپنی امانت کو ادا کیا اور اپنے عہد کو جو تیرے

ساتھ کیا تھا پورا کیا۔ پس یہ میرا گواہ وعدہ وفائی ہے۔ (ماثر الباقریہ 50-51)

ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی ایک ہزار روپیہ میرے مال سے خانہ کعبہ کے لیے نذر بھیج دینا۔ وصی یہ رقم لے کر مکہ میں آیا حیران ہوا کہ روپوں کا کیا کروں تو اس کو لوگ ابی شیبہ کے پاس لے گئے اس نے کہا یہ روپیہ تم ہمیں دے دو تم بری الذمہ ہو جاؤ گے۔ جب اس نے اس امر کو امام محمد باقر سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خانہ کعبہ ان روپوں کا محتاج نہیں بلکہ دیکھو کہ اگر کوئی حج کو آیا ہو اور اس کے پاس زادراہ نہ ہو یا سواری نہ ہو جس کی وجہ سے وہ گھر تک نہ پہنچ سکتا ہو ایسے لوگوں کو روپیہ دے دو۔ (ماثر الباقریہ ص 51)

طاؤس یمانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا انسانوں کے تیسرے حصہ لوگ کب ہلاک ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ثلث انسان تو کبھی نہیں مرے۔ جب ہابیل کو قابیل نے قتل کیا اس وقت چار آدمی تھے۔ آدم' حوا' ہابیل اور قابیل۔ ہابیل کے قتل ہونے سے ایک ربع کم ہوگیا۔ طاؤس نے پوچھا کہ انسان کس کی نسل سے پیدا ہوئے۔ قاتل کی اولاد سے یا مقتول کی اولاد سے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ نہ قاتل کی اولاد سے نہ مقتول کی نسل سے بلکہ حضرت آدم کے فرزند اور وصی جناب شیث کی نسل سے لوگ پیدا ہوئے۔ پھر طاؤس نے پوچھا کہ وہ کون چیز ہے جو تھوڑی حلال اور بہت حرام۔ ارشاد ہوا وہ نہر جالوت ہے اس نہر کا پانی زیادہ پینا حرام تھا اور ایک چلو پینا حلال تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الامن اغترف غرفۃ بیدہ۔

پھر اس نے پوچھا۔ صلوٰۃ بغیر وضو کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ روزہ کونسا ہے جس میں کھانا پینا جائز تھا اور وہ کیا چیز ہے جو کم ہوتی ہے۔ زیادہ نہیں ہوتی اور وہ کونسی چیز تھی جو ایک دفعہ اڑی۔ پھر نہ کبھی قبل اور نہ بعد میں اڑی؟ وہ لوگ جنہوں نے سچی گواہی دی اور جھوٹی گواہی ہوئی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سوالوں کا جواب اسی طرح دیا۔ صلوٰۃ بغیر

وضو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا اور وہ روزہ جس میں کھانا پینا جائز تھا وہ صوم صحت تھا جو مریم نے رکھا تھا۔ جو گھٹتی بڑھتی ہے۔ وہ ماہتاب ہے۔ جو بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی وہ سمندر ہے اور جو چیز گھٹتی ہے بڑھتی نہیں وہ عمر ہے۔ جو ایک مرتبہ اڑی وہ کوہ طور ہے اور وہ لوگ جنہوں نے سچی گواہی وہ پھر جھوٹی گواہی دی وہ منافقین ہیں۔

باب 8

امام محمد باقر علیہ السلام کی علمی حیثیت

ابو مریم عبدالغفار نے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ مولا کونسا اسلام بہتر ہے؟

فرمایا۔ جس سے برادر مومن کو تکلیف نہ پہنچے۔

کونسا خلق بہتر ہے؟ فرمایا صبر اور معاف کر دینا۔

کونسا مومن کامل ہے؟ جس کے اخلاق بہتر ہوں۔

کونسا جہاد بہتر ہے؟ فرمایا جس میں اپنا خون بہہ جائے۔

کونسی نماز بہتر ہے؟ فرمایا جس کی قنوت طویل ہو۔

کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا جس سے نافرمانی سے نجات ملے۔

بادشاہان دنیا کے پاس جانے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا میں اچھا نہیں سمجھتا۔ پوچھا۔ کیوں۔ فرمایا اس لیے کہ بادشاہوں کے پاس آمدورفت سے تین باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ (1) محبت دنیا (2) فراموشی مرگ (3) قلت رضائے خدا۔ پوچھا۔ پھر میں نہ جاؤں۔ فرمایا۔ طلب دنیا سے منع نہیں کرتا البتہ طلب معاصی سے روکتا ہوں۔ شہرت عامہ ہے کہ آپ علم۔ زہد اور شرف میں ساری دنیا سے فوقیت لے گئے۔ علم القرآن۔ علم الاثار۔ علم سنن اور ہر قسم کے علوم۔ حکم آداب وغیرہ میں کوئی بھی آپ کی گرد تک کو نہ پاسکا۔

شیخ مفید فرماتے ہیں۔ علم دین' علم احادیث' علم سنن اور تفسیر قرآن و علم سیرت و علوم و فنون ادب وغیرہ کے ذخیرے جس قدر امام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر

ہوئے اتنے امام حسن و امام حسین کی اولاد میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے جابر جعفی کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا تو آپ نے فرمایا۔ اے جابر میں دنیا سے بالکل بے فکر ہوں کیونکہ جس کے دل میں دین خالص ہو وہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا چھوڑی ہوئی سواری ہے۔ اتارا ہوا کپڑا۔ مستعمل شدہ عورت' مومن دنیا کی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس کی دیکھی ہوئی چیزوں کی وجہ سے نور خدا اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ مومن کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ ہر وقت اسے متنبہ اور بیدار رکھتا ہے۔ سو دنیا ایک سرائے فانی ہے اس میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ آج آئے کل گئے اور دنیا ایک خواب ہے جو خواب کے مانند دیکھی جاتی ہے۔ جب جاگ اٹھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تکبر بہت بری چیز ہے یہ جس قدر انسان میں پیدا ہوگا اسی قدر اس کی عقل کم ہوگی۔ کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہے۔ ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے (۹۰) عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ ایک ہزار عابد سے ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہا ہے۔

میرے ماننے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں۔ آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے۔ جس کے رخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ سستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے۔ خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے پیٹ اور شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ دعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے۔ نیکی بہترین خیرات ہے۔ بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہ دے اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آئے یعنی اپنے بڑے گناہ کی پروا نہ ہو اور دوسروں کے چھوٹے عیب اسے بڑے نظر آئیں۔ خود عمل نہ کرے۔ صرف دوسروں کو تعلیم دے۔ جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگدستی میں دور رہے وہ تمہارا دوست اور بھائی نہیں۔ مطالب السول 472 حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے

فرمایا۔ جب کوئی نعمت ملے تو کہو الحمدللہ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور جب روزی تنگ ہو تو کہو استغفراللہ۔

تین چیزیں خدا نے تین چیزوں سے پوشیدہ رکھی ہیں۔

1۔ اپنی رضا اپنی اطاعت میں۔ کسی فرمانبرداری کو حقیر نہ سمجھو شاید اسی میں خدا کی رضا ہو۔

2۔ اپنی ناراضی' اپنی معیصت میں۔ کسی گناہ کو معمولی مت جانو شاید خدا اسی سے ناراض ہو جائے۔

3۔ اپنی دوستی یا اپنے ولی کو مخلوق میں مخلوقات میں سے کسی شخص کو حقیر نہ سمجھو شاید وہی ولی اللہ ہو۔ (نور البصار 131)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ انسان کو جتنی عقل دی گئی ہے اسی کے مطابق اس سے قیامت میں حساب کتاب ہوگا۔ ایک نفع پہنچانے والا عالم ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔ عالم کی صحبت میں بیٹھنا اگرچہ تھوڑی دیر ہو ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ خدا ان علماء پر رحم و کرم فرمائے جو احیائے علم کرتے ہیں اور تقوی کو فروغ دیتے ہیں۔ علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ مخلوق خدا کو تعلیم دی جائے قرآن مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو۔ بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اس کے جواب میں خاموش ہو جائے۔ علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاؤ اس لیے کہ علم بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔

معلم اور متعلم کا ثواب برابر ہے جس کی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ علماء سے بحث کرے جہلا پر رعب جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے۔ وہ جہنمی ہے۔ دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔ جو دینیات میں غلط کہتا ہو اسے صحیح بتا دو۔

ذات الٰہی و صفات الٰہی

ذات الٰہی وہ ہے جو عقل انسانی میں نہ سما سکے اور حدود میں محدود نہ ہو سکے اس کی ذات فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ خدا کے بارے میں بحث نہ کرو ورنہ حیران رہ جاؤ گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی معرفت خدا کے ذریعے حاصل کرو۔ اس کو پہچانو۔ ان کی رسالت سے اولی الامر کو تین امور سے پہچانو ایک امر بالمعروف دوسرے عدل۔ تیسرے احسان سے۔ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ امت بے امام کی مثال بھیڑوں کے اس گلے کی ہے جس کا کوئی بھی نگران نہ ہو۔

ایڈیسن نے نظام شمسی کا چربہ میز پر بنایا اور اس کو پاؤں سے گھماتا تھا۔ ایڈیسن نیچر کا قائل تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے کہا یہ نظام کس طرح چلاتے کہا پاؤں سے۔ اس نے کہا جس نظام کا چربہ ہے اس کو بھی چلانے والا کوئی ہے۔ وہ خدا ہے۔

بوڑھی عورت سے پوچھا گیا تم نے خدا کو کیسے پہچانا۔ کہا اپنے چرخہ سے جب اس کو چلاتی ہوں تو چلتا ہے۔ جب چکر نہ دیتی ہوں تو کھڑا رہتا ہے۔ ثابت ہے کہ اس نظام کو چلانے والا کوئی ہے یہ نظام بہت وسیع ہے۔ جس کو خدا چلاتا ہے درخت کا ایک پتہ توڑ کر دوبارہ جوڑ کر دکھلاؤ۔ جو کہ ناممکن ہے۔ خدا کی خدائی کو ظاہر کرتا ہے۔

جسم و صورت

امام نے فرمایا خدا کے لئے نہ جسم ہے نہ صورت۔ جسم و صورت کے معنی یہ ہوئے کہ وہ محدود ہے۔ جس کی حدیں ہوں۔ حدوں میں کمی بیشی کا احتمال ہو وہ مخلوق ہے۔ خدا کا نہ جسم ہے نہ صورت وہ جسموں کا بنانے والا ہے صورتوں کو بنانے والا

ہے نہ اس میں کمی ہوتی نہ زیادتی اگر ایسا ہو جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں(خدا کے ہاتھ پیر اور جسم ہے) تو پھر خالق و مخلوق میں فرق ہی کیا۔ خدا کو کسی شے سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ اشیاء اس کے ارادہ و مشیت سے پیدا ہوئیں اور پیدا ہوتی ہیں۔ کلام و فکر سے نہیں پیدا ہوتیں یعنی خدا کو کلام و فکر اور غور کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف ارادہ کیا اور چیزیں صورت پذیر ہو گئیں۔

خیر و شر

امام نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ خالق خیرو شر ہے۔ نیک بخت ہیں وہ لوگ جن کے ہاتھ سے خیر جاری کراتا ہے اور بد بخت ہیں وہ لوگ جن کے ہاتھ بدی کرتے ہیں۔

زرتشتی اور مانی کے مقلدیں کہتے تھے۔ خیر و شر کے خالق جدا جدا ہیں۔ دونوں اپنی مخلوق کی حمایت میں لڑتے رہتے ہیں۔ اس لئے امام نے فرمایا کہ دونوں کا مالک ایک ہی ہے دو خدا نہ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ خدا بدی و فحش کا حکم دیتا ہے۔ پس اس نے خدا پر بہتان باندھا اور جس نے یہ گمان کیا کہ خیر و شر مشیت خدا کے بغیر ہیں تو اس نے خدا کی حکومت کو چھین لیا اور جس نے یہ گمان کیا کہ معاصی پر خدا کی قدرت نہیں تو اس نے بھی خدا پر بہتان باندھا۔ (نور المشرقین)

روح کے متعلق سابقہ صفحات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مزید ضرورت نہیں۔

جنت و دوزخ

یہ سوال کہ جنت و دوزخ کس قسم کی ہو گی یا ہونی چاہیئے۔

منحصر ہے اس سوال پر کہ انسان کا حشر نشر کس طرح ہو گا۔ محض روح اٹھے گی یا روح معہ جسم کے ہو گی۔ اگر محض روح کا حشر ہوتا ہے تو سارے جواب قیاسی اور غیر یقینی ہوں گے۔ حشر نشر حساب کتاب کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو پہلے واقعات یاد ہوں۔ اور پہلی زندگی یاد ہو۔ یہ بھی یاد ہو کہ موجودہ میں وہی ہوں جو دنیا میں تھا اسی صورت میں عدل ہو سکتا ہے ورنہ یاد کچھ نہیں کہ دنیا میں کونسے فعل کئے اور بلاوجہ آگ میں ڈال دیا گیا۔ اگر یادیا حافظہ ہو گا تو زبان بھی ہو گی۔ احساس۔ حظ۔ لذت کے لئے ضروری ہے کہ جسم ہو کیونکہ جذبات کا تعلق جسم سے ہے۔ جس کے ذریعے روح محسوس کرتی ہے۔ حشر میں جسم کے ساتھ روح ہو گی جنت کی لذت جسم کے ذریعہ محسوس ہوتی ہیں۔

مانی مذہب کی جنت دماوند پہاڑ جو ایران میں ہے پر ہے۔ ہزاروں برس کی مخلوق انسانی ایک دماوند پر کیونکر سما سکتی ہے۔ اس کے برعکس قرآن نے جنت کی واضح تصاویر پیش کی ہیں۔

حشر نشر‘ حساب کتاب‘ میزان عدل‘ سزاو جزائے اعمال

دنیا بہت سے انقلابات سے گزری اور اس نے بہت سی حالتیں بدلیں بے شمار قسم کی تہذیبیں پیدا ہوئیں اور مٹ گئیں۔ بہت سے مذہب بنے بگڑے اور کچھ قائم رہے اور مسخ حالت میں رہے ہزاروں نبی آئے باوجود ان تغیرات کے نبیوں کی تعلیم کے اثرات مدہم پڑ کر ختم ہوئے دنیا ایک حالت پر قائم رہی وہ حالت ظلم کی تھی اور ہے۔ ظلم کبھی زائل نہیں ہوا۔ کچھ وقت اور زمانے اس سے مستثنیٰ تھے مثلاً جناب رسول خدا کا زمانہ۔ وہ مذہب کبھی مکمل نہیں کہا جا سکتا جو ظلم کی سزا اور مظلوم کا قرار واقعی انتظام نہ کرے۔

اسلام میں جرم سزا اسی دنیا بھی ہے اور پھر خدا کے ہاں پیش ہو کر انہی اعضاء

کو تکلیف دی جائے گی۔ اسی جسم کے ساتھ حشر ہو گا۔ عدل کامل ہو گا۔ رتی بھر کسی پر ظلم نہ ہو گا۔ اعمال تولے جائیں گے۔ ان کے مطابق سزا جزا ہو گی۔ سابقہ فلسفیوں کو دیکھ لیجئے۔ ظلم و عدل کا انتظام کہیں نہیں۔ سزا' جزا' حشر نشر کا ذکر کہیں نہیں یہ اسلام ہی ہے جس نے واضح طور پر حشر و قیامت کے متعلق بتلایا۔

مشیت و ارادہ جبر و قدر

امام نے فرمایا خدا حکم دیتا ہے کسی شے کا اور اس کے ساتھ مشیت جبری شامل نہیں کرتا۔ بعض اوقات مشیت ہوتی ہے لیکن صریح حکم نہیں ہوتا خدا نے ابلیس کو حکم دیا کہ سجدہ کرے لیکن اس حکم کے ساتھ مشیت جبری قہری شامل نہیں اور مشیت جبری ہوتی تو ابلیس مجبوراً سجدہ کرتا۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق سے سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ لوگوں کو معاصی یا گناہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا پورا اختیار انسان کو دیدیا فرمایا۔ نہیں۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ اصل واقعہ کیا ہے آپ نے فرمایا خدا کا لطف ان دونوں یعنی جبر و اختیار کلی کے بین بین ہے معاملہ اس کے درمیان ہے۔

ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گناہ کا ارادہ کر رہا ہے۔ تم نے منع کیا۔ وہ نہ مانا۔ تم وہاں سے چلے آئے۔ پھر اس نے ارتکاب گناہ کر لیا۔ کیا تم نے اسے گناہ معصیت کرنے پر مجبور کیا۔ ہرگز نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے کسی نے پوچھا انسان کس قدر مجبور اور کس قدر با اختیار ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ایک ٹانگ اٹھا۔ پھر دوسری اٹھا۔ بولا ایک ہی اپنی مرضی سے اٹھا سکتا ہوں۔ دوسری نہیں فرمایا بس معاملہ حل ہوا۔

اساس اسلام

امام فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اسلام عریاں ہے۔ اس کا لباس حیا ہے۔ اس کی زینت وفا ہے اس کی مروت عمل صالح ہے۔

اس کا رکن زہد ہے ہر شے کی جڑ بنیاد ہوتی ہے۔ اس کی جڑ ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

ارکان اسلام

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا۔

اسلام کے چار ارکان ہیں۔

(1) توکل علی اللہ

(2) تفویض الامرالی اللہ

(3) رضا بقضاء اللہ (4) تسلیم لامراللہ عزوجل۔

ایمان کے درجات و تشریح

ایمان :۔ یقین۔ عدل۔ جہاد۔ صبر۔ شوق۔ اشفاق۔ زہد۔ ترقب۔

زہد :۔ تبصرۃ الفطنہ۔ تاول الحکمت۔ معرفۃ العبرہ۔ سنت الاولین۔

عدل :۔ روضۃ العلم۔ زہرۃ الحکم۔ غمر العلم۔ غامض الفہم۔

جہاد :۔ شنان الفاسقین۔ صدق فی المواطن۔ نہی عن المنکر۔ امر بالمعروف۔

جبرو اختیار

اسلام کے مشکل مسائل میں ایک مسئلہ جبر و اختیار کا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ آیا انسان اپنے فعل میں مجبور ہے؟ یا مختار ہے۔ یونان کے حکماء کے فلسفہ میں اسبارہ میں عقلی صورت اختیار کی ہوئی تھی۔ اور ان یونانی حکماء کا فیصلہ تھا کہ انسان

اپنے افعال میں مجبور ہے جب عیسائیت میدان میں آئی تو ان کے علماء نے ترمیم کی کہ انسان اپنے افعال میں آزاد ہے انسان اپنی مرضی اور اپنے افعال میں اس طرح آزاد ہیں جس طرح پاگل۔ جانور اور دیوانے ہوتے ہیں۔ انسان کی آزادی کو محدود کرنے والے یہ امور ہیں۔

قانون' مذہب یا اختلاف' رسومات اور ماحول ہیں۔ یہ سب انسان کے فعل آزادی کو سلب نہیں کرتے بلکہ ارادہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ارادہ تو ہمیشہ سے آزاد ہے اور آزاد رہے گا۔ رسومات' ماحول' قانون اور مذہب اگرچہ نہایت طاقتور عوامل ہیں لیکن بذاتہ کچھ نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی برائی کا ارادہ کرے اور مصمم ارادہ ہو تو کر گزرے گا۔

اسی طرح قرآن شریف میں کئی جگہ خدا فرماتا ہے ہم کھیتی اگاتے ہیں۔ ہم کشتی چلاتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا نے آن کر کھیت میں بیج ڈالا اور کشتی کو ملاح کی طرح کھڑے ہو کر چلایا۔ فعل لوگوں نے کیا۔ نتیجہ خدا نے دیا۔

اسی طرح قرآن شریف میں کئی جگہ خدا فرماتا ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں۔ ایمان لاتا ہے جس کو ہم نہیں چاہتے وہ ایمان نہیں لاتا۔ پھر اصول بھی بیان فرمادیا کہ جس کو ہم ہدایت دیتے ہیں اور کون راہ ضلالت پر رہ جاتا ہے۔

اولیک الذین اشتروا الضلاتہ بالھدی فما ربحت تجارتھم وما کانو مھتدین۔

جبری فرقہ والے اپنے اعتقاد جبر کو انہی آیات سے ثابت کرتے ہیں جبکہ اسی سے آزادی عمل ثابت ہے ایسے لوگوں نے ہدایت فروخت کرکے اس کے بدلے میں ضلالت خریدلی۔

یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا۔ وما یضل بہ الا الفاسقین۔

خداوند تعالیٰ مثالی آیتوں سے بہتوں کو گمراہی میں جانے دیتا ہے
اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے لیکن گمراہی میں فاسقین کو ہی
چھوڑتا ہے۔

بالا آیات میں لفظ تجارت ظاہر کرتا ہے کہ انسان فعل مختار ہے۔ تجارت میں فریقین آزاد ہوتے ہیں چاہیں جو خریدیں یا فروخت کریں۔

ایک آیت یہ بھی ہے۔ لیس للا نسان الا ما سعیٰ قرآن انسانی سعی کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا اور سمجھے گا کہ ان کاموں کا بدلہ مل رہا ہے۔

اگر جبری ہے تو جزا سزا بے معنی ہیں۔ نیک اعمال اور بد اعمال میں فرق ہی کیا رہا؟ جبر کے اعتقاد کے اختیار کرنے کی اصلی وجہ سیاسی تھی جیسا کہ مولانا شبلی نے کہا ہے۔ (علم الکلام حصہ اول 17)

اختلاف عقائد کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا پالٹکس یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی۔ بنوامیہ کے زمانہ میں چونکہ سفاکی کا بازار گرم تھا۔ طبقوں میں شورش پیدا ہوئی لیکن جب شکایت کا لفظ زبان پر آتا تھا تو طرف داران حکومت یہ کہہ کر چپ کرا دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے ہم کو دم مارنا نہیں چاہیئے۔ امنا بالقدر خیرہ و بشرہ۔

قسمت و تقدیر کا اعتقاد

یہ اعتقاد ایشائی ملکوں یا اسلام تک محدود نہیں بلکہ تمام دنیا میں تھا اور ہے۔ چند ایک لوگ ضرور ایسے ہیں جو اعتقاد نہ رکھتے ہوں بلکہ قسمت اور تقدیر انسان خود بنانے کے قائل ہوں۔

قسمت اور تقدیر کا اعتقاد اتنا عام ہے۔ اس میں سچائی کچھ نہ کچھ ضرور ہوتی

ہے۔ اسلام نے اس میں سے صرف اس سچائی کو ہی لیا۔ اس ضمن میں آیات پیش کی جا سکتی ہیں۔

وما تسقط من ورقته الا یعلمها۔ ولا حبته فی ظلمات الارض ولا رطب ویابس الا فی کتاب مبین۔ انا کل شئی خلقناه لقدر۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور ایک مقرر انداز کے ساتھ پیدا کی گئی ہے ہر ایک گروہ جماعت کے لئے انداز ہستی کہا گیا ہے اس کے گزرنے کے بعد وہ ناپید ہو جاتی ہے۔ زمین' آسمان' ستارے' سیارے سب ایک انداز کے ساتھ خلق کئے گئے ہیں۔ سورج چاند اپنے اپنے راستوں پر ایک انداز کے ساتھ چلے جا رہے ہیں۔ ہر ایک ایک کام کے لئے خلق کیا گیا۔ جب ہر چیز ایک اندازے سے مقرر کی گئی ہے۔ انسان بھی ایک اندازے سے پیدا کیا گیا ہے۔

ہر ایک انسان کی فطرت اور طاقتیں ایک اندازے کے ساتھ دی گئی ہیں ہر شخص کے لئے مقرر کیا گیا کہ وہ اتنی ترقی کر سکے گا اور اس سے زیادہ نہیں۔ ہر انسان کی ودیعت کا ایک انداز پر دیا جانا اس کی تقدیر ہے۔

اسبات میں آزاد ہے کہ وہ ان طاقتوں کو کس کام میں لاتا ہے ایک شخص کو ایک حد تک ذہین بنایا گیا ہے یہ اس کی تقدیر ہے۔ اپنے ذہن کو کس کام لاتا ہے۔ اس سے تقدیر کا کوئی سروکار نہیں۔ اس کا اپنا فعل ہے۔ جس میں وہ آزاد ہے؟

اسلام سے قبل لامذہبیت' دہریت' زرتشی ازم' مانی ازم' ودیصانی موجود تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا نے اس طوفان سے جو ان مذاہب نے پیدا کر رکھا تھا کے مقابلہ کرنے کے لئے کوئی تجویز کی تھی یا نہیں؟ اس سوال کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل امور کو مد نظر رکھنا ہو گا۔

1۔ مذہب اسلام بذریعہ وحی الٰہی قائم و مرتب ہوا۔

2۔ جناب رسول خدا کا واسطہ یا رابطہ بارگاہ الٰہی سے براہ راست DIRECT تھا۔

3۔ خدا نے بذریعہ وحی بہت سے امور غیب کی اطلاع جناب رسول خدا کو دی۔

4۔ اسلام تمام دنیا کا مذہب قیامت تک مقرر کیا گیا اس کے سوا کوئی نیا دین نہ آئے گا اور نبی رسول نہ آئے گا۔

5۔ ان میں وہ پیش گوئیاں مسلمہ امت ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے بعد فتنہ و فساد برپا ہوں گے جو صبح مسلمان ہے وہ شام کو کافر ہو گا اور فتنے کثرت سے تمہارے پاس آئیں گے جس طرح بارش کے قطرات آتے ہیں۔

بالا امور پر غور کرنے سے ایک ہی جواب اس سوال کا ہو سکتا ہے کہ واقعی حضور نے اسلام کی حفاظت کا انتظام کیا۔ وہ انتظام کیا تھا؟ ذرا ذرا سی بات بتائی۔ حج زکواۃ' نماز غرضیکہ پیشاب کرنے کے تھوکنے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا طریقہ بتایا۔ کیا اپنے امور کے لئے اور ان کی حفاظت کے لئے کوئی انتظام نہ کیا ہو گا ضرور کیا! آپ نے متواتر فرمایا۔

انی تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من للاخر کتاب اللہ وعترتی فانظروا کیف تخلفونی بھما لن لیفتر قاحتی یردا علی الحوض ماان تمسکتم بیھما لن تضلوا بعدی ابداO

تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ خدا کی کتاب اور میری عترت۔ پس دیکھو کہ تم ان سے میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو۔ وہ دونو

ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت
کے دن حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ جب تک ان
سے تمسک رکھو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

پھر خم غدیر کے موقعہ پر فرمایا۔ اے لوگو خداوند تعالیٰ میرا مولا یعنی میرا آقا اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کی جانوں کا مالک ہوں۔ بس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑے۔

مرکز اسلام

ان ارشادات سے جناب رسول خدا ﷺ نے اپنی حکومت اور اپنے اسلام کے لئے ایک مرکز قائم کر دیا اور یہی بات ان تمام آنے والے خطرات کا سدباب ہے ایک مرکز قائم کر دیا۔ حکومت ہو' مذہب ہو' مرکز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر حکومت کا مرکز نہیں تو طوائف الملوکی اور فتنہ و فساد رونما ہو گا۔ اگر مذہب کا مرکز نہیں تو اختلاف ہو گا۔ فرقے نمودار ہونگے جس سے مذہب مسخ ہو کر رہ جائے گا۔ حکومت کے لئے با اثر و رسوخ لوگ حب و جاہ اور ہوس کے لئے طرح طرح کی ریشہ دوانیوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ان کا مقصد حکومت کرنا ہوتا ہے۔

اس طرح مذہب کے رہبر و امام بن کر حکومت کے مقربین اور عوام کے لیڈر بننے کی خواہش رکھیں گے۔

اسلام میں حکومت اور مذہب لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن شریف کے احکام کو کون لاگو کرے گا اگر حکومت نہ ہو گی تو شرابی کو کوڑے کون مارے گا۔ کون چور کے ہاتھ کاٹے گا۔ زنا کی سزا کون دے گا۔

غرضیکہ حکومت اور امامت کے حصول کی خواہش نے اس نظام کو اور اس مرکز . کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ یہ کش مکش حکومت اور آل رسول (عترت رسول) میں جاری رہی۔ حکومت تو تلوار سے حاصل ہو گئی لیکن امامت آل رسول سے نہ چھین سکے۔

منصور نے ایک دفعہ کہا۔ امام جعفر صادق تو میرے حلق کی پھنسی ہڈی ہیں۔ امامت کا عہدہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے سے جن لوگوں کو عطا کیا نہ تو وہ اس عہدہ سے سبکدوش ہو سکتے ہیں نہ تو ان کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو دیدیں۔ یہ عہد رسول سے حضرت علی کو پہنچا پھر آئمہ اہل بیت کے پاس آیا۔ کربلا نے ایسا سبق پڑھایا کہ کسی بادشاہ کو جرات نہ ہوئی کہ اہل بیت سے بیعت طلب کریں۔ اہل بیت رسول نے باوجود مشکلات کے اپنے فرض کو نہ چھوڑا اور اپنے علم کے چشمہ سے لوگوں کو سیراب کرتے رہے۔

نور اور ظلمت کی کش مکش حضرت آدم اور ابلیس کے زمانہ سے ہی چلی آئی ہے اس کشمکش نے مختلف شکلیں بدلیں۔ اسلام پر ایران و یونان کی دہریت کی شکل میں حملہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے اس نیم مردہ اژدہا کو خود جگایا اس نے منہ کھولا تو خود اس میں گرنے لگے۔ اگرچہ دنیا یونان کے فلسفہ کو بھول چکی تھی لیکن مسلمانوں نے ان کی کتابوں کو ترجمہ کر کے ان کو رواج دیا اور پھر اس سے خود متاثر ہو گئے اور بحثوں میں لگ گئے اور قیاس کو خوب استعمال کیا۔ وہ لوگ کہنے لگ گئے کہ روایات اور قرآنی نصوص میں کچھ تصریح نہیں کہ مردے اپنے جسم میں اٹھیں گے یا کوئی دوسرا جسم ہو گا۔ اس بحث میں پڑ گئے کہ دوسرا جسم ہو گا کہ پہلا ہو گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں صاف ہے کہ مجرموں کے ہاتھ پیر' منہ' آنکھیں گواہی دیں گی۔ ظاہر ہے کہ پرانے اعضاء ہی گواہی دے سکتے ہیں۔ جن کے ذریعے افعال کئے گئے ہوں۔ وہ اعضاء ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے گناہ زندگی میں نہیں کیا اور بصورت اقراری ہو

گے کہ ان سے سرزد ہوا ہے اور سزا دی جائے گی ویسے بھی بے قصور کو سزا دینا خلاف عدل ہے۔

پھر بحث چلی کہ مادہ شکل بدل لیتا ہے۔ قبر میں جسم خاک ہوا۔ کیڑوں نے کھایا۔ پانی میں ڈوب کر مچھلیوں نے کھایا۔ جنگل میں مارا گیا تو شیروں اور جانوروں نے کھایا۔ جس کا دوبارہ اٹھنا اعادہ معدوم ہوا کہ کیونکہ مادہ ختم تھا حالانکہ دراصل معدوم نہیں ہوا شکل بدلی ہے۔

مزید بحث اٹھائی گئی۔ چونکہ خدا ہر شے پر قادر ہے لہٰذا وہ ظلم کر سکتا ہے اور کرتا ہے لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے۔ انسان پر مطلقاً ظلم نہ ہو گا۔

ولا یظلمون فتیلا اور یہ بھی ظاہر ہے۔ ان اللہ لایخلف المیعاد خداوند تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا بلکہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے۔ **اعدلوا ھو اقرب للتقوی** اپنے دشمنوں سے بھی عدل کرو۔

مسلمانوں کے لئے ہی کہنا کہ چونکہ خداوند قادر مطلق ہے وہ ظلم کرنے پر قادر ہے اور ظلم کرتا ہے۔ موزوں نہیں۔ جو بات بظاہر معلوم ہوتی ہے وہ بہت ممکن ہے کہ ظلم نہ ہو۔ ایک بوڑھی عورت کا نوجوان بچہ جو اس کی زندگی کا سہارا تھا مر جاتا ہے یہ کہنا کہ ظلم ہوا۔ معلوم نہیں کہ بوڑھی نے گذشتہ زمانہ میں کس پر زیادتی کی ہو گی اس نوجوان نے بہت سے لوگوں پر ظلم و زیادتی کی ہو۔ یا دونو قصور وار ہوں اپنے مراتب میں بلندی کے لئے ایسا ہو۔ یا یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ اپنے تئیں رحیم کہتا ہے اور یہ رحم کے منافی ہے۔ یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ رزاق ہے بعض بچوں کی ماں مر جاتی ہے۔ بچے چند روز بعد مر جاتے ہیں۔ خدا کیونکر رزاق ہوا۔ اس طرح بحث میں کئی امور کو نظر انداز کر کے آسان راستہ اختیار کر لیا جاتا ہے جو قیاس مبنی ہے۔

1۔ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ اس وجہ سے جزا سزا مقرر کی گئی ہے۔

2۔ خدا کا قانون اٹل ہے۔ ولن تجد لسنته الله تبدیلا۔

3۔ انسان کے ہر فعل کا نتیجہ پیدا ہونا لازمی ہے۔

4۔ کسی فعل پر رائے دینا کہ فعل اچھا یا برا ہے اس وقت تک ممکن نہیں کہ جب تک فعل ختم نہ ہو جائے اور آخری نتیجہ معلوم ہو جائے۔

5۔ انسان کی زندگی محض اس دنیا میں ختم نہیں ہوتی۔ بنی نوع انسانی کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے اختلاف صرف دوسری زندگی کو نوعیت کا ہے۔

6۔ بسا اوقات کسی بات کو ہم اپنے لئے اچھا سمجھتے ہیں لیکن وہ دراصل ہمارے لئے بری ہوتی ہے۔

دو قسم کے واقعات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو ہماری ذات پر گزرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اور لوگوں پر گزرتے ہیں۔ انسان جب کبھی خدا کی عدالت و رحمت پر رائے قائم کرے تو اپنی رائے کے لئے محض اپنی ذات پر گزرے ہوئے واقعات پر نظر رکھے۔ دوسروں کے واقعات کی وجہ سے رائے نہ قائم کرے۔ لیکن ایک شخص بہت بدمعاش اور بدقماش نظر آتا ہے۔ فریبی مکار اور بدمعاش ہے لیکن مال دار ہے۔ خوشحالی کے جملہ اسباب اس کے پاس ہیں۔ فوراً یہ نتیجہ اخذ کرے کہ دنیا میں انصاف نہیں۔ دوسروں کے دل و حالات سے ہم واقف نہیں ایک شخص بظاہر خوش نظر آتا ہے لیکن اس کا دل ہر دم روتا رہتا ہے۔ ایک شخص بظاہر نیک، سخی، نمازی نظر آتا ہے لیکن اندرونی طور پر دکھاوا ہی ہے اصل معیار اس کسوٹی انما الاعمال بالنیات۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص جب لوگوں کو نماز پڑھاتا تو باؤ ھمزہ اور تصنع سے آواز نکالتا اور تنہائی میں کہتا۔ اے خدا اس قرآت سے میری عزت بن جاتی

ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا کیا جاتا ہے ایک دفعہ وہ نماز کے لئے مسجد میں گیا تو عامیانہ طریقہ سے نفل ادا کرنے لگا۔ چھت سے بارش کی ٹپ ٹپ کی آواز آنے لگی اسی اثنا میں اس کے پیچھے کوئی آن کو بیٹھ گیا یہ دیکھ کر اس نے پھر آواز کو طول اور ہاؤ ھمزہ سے قرآت کرنا شروع کی۔ جب تھک کر پیچھے مڑا۔ دیکھا کہ ایک کالے رنگ کا کتا بیٹھا ہے جو بارش کے ڈر سے مسجد میں داخل ہو گیا۔ اس نے اپنا منہ پیٹ لیا کہ اس جانور کو سنا رہا تھا۔

یونانی فلسفہ کہتا ہے کہ فطرتاً انسان وہی کام کرتا ہے اور کرنا چاہتا ہے جس سے اسے راحت و خوشی حاصل ہو اور جس میں اس کا فائدہ ہو۔ ان کے ہاں اچھے اور برے کی یہی تمیز ہے اور یہ میزان ہے یہ اصول وہ کہتے ہیں فطرت پر مبنی ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ راحت یا فائدہ کس وقت کو مدنظر رکھ کر ہونا چاہئے۔ آیا اس وقت جب یہ فعل کیا گیا ہو؟ یا اس وقت جب نتیجہ برآمد ہوا۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے شراب پی خوب حظ اٹھایا۔ محفل گرم رہی متعدد بار یہ عمل کیا گیا جگر خراب ہوا۔ شراب نوشی نے شروع میں خوشی دی بعد میں نقصان ہوا۔ یونانی فلسفہ کی رو سے عمل کا اخیر اسی دنیا میں ہے صرف موجودہ زندگی کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ یہ فعل اچھا ہے یا برا ہے مفید یا مضر۔

انسان کے بہت سے ایسے افعال ہیں جن کا آخری نتیجہ اس دنیا میں برآمد نہیں ہوتا۔ بہت ہی چوریاں' زنا' بہت سے قتل لوگوں کی نظر میں نہیں آتے اور نہ ہی انہیں سزا ملتی ہے نتیجتاً ایسے افعال کرنے والوں نے حظ مزا اٹھایا اور سزا بھی نہ ملی۔ ایسا فلسفہ بدی برائی کی کیا ہمت افزائی نہیں کرتا؟ کیا ظلموں کو نہیں بڑھاتا۔ کیا عدل کے منافی نہیں ہے اسلام اس مقصد کی خوشی کو دنیاوی حد تک تو دیکھ سکتا ہے لیکن اصل خوشی عاقبت کی ہے۔

یونانی فلسفہ کا معیار اور مخزن صرف عقل انسانی تھی اور اس پر مبنی تھا اس میں الوہیت کا تصور نہ تھا۔ خدا' وحی' نبوت' پیغمبر کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ ایسا فلسفہ انسان کو الحاد اور دہریت کی طرف لے جا سکتا ہے۔

بعد ازاں قضا و قدر اور جبر و اختیار کے مسئلے اٹھائے گئے۔ مشیت خدا اور ارادہ الٰہی پر بحث کی گئی اور دیگر مباحثوں کو جگہ دی گئی جن کو امام محمد باقر اور بعد میں امام جعفر صادق نے حل کیا۔

باب 9

امام محمد باقر اور ابو حنیفہ

علامہ شبلی نعمانی اور علامہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ایک مدت تک حضرت امام محمد باقر علیہ اسلام کی خدمت میں حاضر رہے اور ان سے فقہ' حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ امام ابو حنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ہی کا فیض صحبت تھا اور حضرت امام جعفر صادق کی فیض صحبت کا فائدہ اٹھایا۔ اسبات کا ذکر تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق کے ہاں ایک عصا دیکھا تو پوچھا یہ عصا کس کا ہے حضرت نے فرمایا میرے جد رسول اللہ کا ہے۔ اس نے اٹھایا اور اس کو بوسہ دینے لگا امام نے فرمایا ادھر آ لکڑی کو چومتا ہے یہ میرا ہاتھ لے یہ میرے جد کا خون ہڈی اور گوشت ہے۔ اسے بوسہ دے۔

ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ اسلام نے ابو حنیفہ سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم فقہ میں قیاس کرتے ہو۔ انہوں نے کہا بے شک میں قیاس کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اچھا میں چند سوال کرتا ہوں۔ تم قیاس کر کے جواب دو۔ آپ نے فرمایا قتل بڑا گناہ ہے یا زنا۔ کہا قتل۔ حضرت نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ قتل میں صرف دو گواہ کافی ہیں اور زنا کی شہادت میں چار گواہ طلب کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے سکوت اختیار کیا اور اصرار پر بولے۔ مجھے علم نہیں۔ پھر فرمایا نماز کی عظمت زیادہ ہے یا روزے کی۔ کہا نماز کی۔ پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت کی نماز کی قضا ضروری نہیں۔ اور روزہ کی قضا لازی ہے۔ انہوں نے کہا علم نہیں۔ حضرت نے

فرمایا پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی۔ انہوں نے کہا پیشاب زیادہ نجس ہے۔ امام نے فرمایا۔ کیا وجہ ہے کہ پیشاب کے وضو لازم ہے اور منی کے بعد غسل لازم ہے کہا مجھے علم نہیں۔ اس کے بعد حضرت دوسرے کاموں میں لگ لئے۔ فارغ ہوئے تو ابو حنیفہ نے عرض کی۔ اے فرزند رسول اب سب مسائل کے بارے میں میری تسلی فرمادیں آپ نے فرمایا۔ اس شرط پر کہ پھر قیاس نہ کرو گے۔ ارشاد فرمایا سنو:۔

(1) قتل کرنے والا ایک شخص ہوتا ہے اس لئے دو گواہ کافی ہیں زنا میں دو شخص ہوتے ہیں اس لئے چار گواہ کی ضرورت ہے۔ حائضہ کو ایک سال میں ایک مرتبہ واسطہ کرنا پڑتا ہے اس کی قضا آسان ہے۔ نماز سے ہر ماہ سابقہ پڑتا ہے اس کی قضا مشکل ہے۔ اس لئے خدا نے یہ سہولت دے دی ہے کہ روزہ کی قضا کرے اور نماز کی قضا نہ کرے۔

(2) پیشاب صرف مثانہ سے نکلتا ہے۔ دن میں کئی مرتبہ۔ اس میں غسل دشوار ہو جاتا ہے منی سارے جسم سے نکلتی ہے۔ تحت کل شعرۃ جنابۃ بلکہ ایک ایک بال سے نکلتی ہے اور کبھی کبھی نکلتی ہے۔ اس لئے غسل آسان ہوتا۔ اس لئے محل اخراج کا لحاظ کرکے غسل لازمی ہے۔

باب 10

امام محمد باقرؑ اور اسلامی سکے کی ابتداء

جو کاغذ وغیرہ ممالک اسلامیہ استعمال ہوتے تھے۔ وہ مصر میں تیار ہوا کرتے تھے۔ جہاں اس وقت نصرانیوں کی حکومت تھی۔ اور تمام کے تمام وہ لوگ بادشاہ روم کے مذہب پر تھے۔ وہاں کے کاغذ پر جو ٹریڈ مارک ہوتا تھا۔ اس میں زبان "رب این روح القدس" اور یہی چیز اسلام میں اس قبل جتنے روز گزرے رائج رہی۔

عبدالملک بن مروان نے حکم دیا کہ رومی ٹریڈ مارک کو ختم کر دو اور کپڑے وغیرہ جو تیار ہوں۔ ان پر یہ نشانات نہ لگنے دو بلکہ ان پر لکھو شھد اللہ لا الہ الا ھو۔

چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ جب اس نئے مارک کے کاغذوں کا رواج پایا۔

قیصر روم کو ناگوار گزرا۔ اس نے عبدالملک بن مروان کو تحفے ارسال کر کے لکھا کہ سابقہ مارک جو پہلے جاری تھا۔ چالو کرو۔ عبدالملک نے تحائف واپس کر دے۔ بادشاہ روم مزید تحفے دوگنا کر کے ارسال کئے اور لکھا کہ تم نے میرے تحائف کو کم سمجھا اور نیا مارک ہٹا دو۔ تیسرا خط لکھا کہ تم نے میرے خطوط کا جواب نہیں دیا۔ اگر تم نے نئے مارک نہ ہٹایا تو میں تمہارے رسول کو گالیاں درہم دینار پر نقش کر کے رائج کر دوں گا۔ پھر تم کچھ نہ کر سکو گے۔ پیشانی سے پسینہ پونچھ اور جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ تاکہ رشتہ محبت ہم میں اور تم میں رہ سکے عبدملک نے جب یہ خط پڑھا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

اس کمال اضطراب میں علماء' فضلا' اہل الرائے اور سیاست دانوں سے مشورہ طلب کیا۔ سب نے سر جوڑ کر دیر تک غور کیا۔ جب بادشاہ ان کی کسی رائے سے

مطمئن نہ ہو سکا تو زیادہ پریشان ہوا۔ اسی تردد میں بیٹھا تھا کہ وزیر اعظم ابن زنباع بول اٹھا۔ بادشاہ تو یقیناً جانتا ہے کہ اس اہم موقعہ پر مشکل کشائی کون کر سکتا ہے۔ لیکن عمداً اس کی طرف رخ نہ کرتا ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ خدا تجھے سمجھے بتا تو سہی وہ کون ہے۔ وزیر اعظم نے کہا میں فرزند رسول امام محمد باقر کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ عبدالملک نے جونہی آپ کا نام سنا۔ کہا تم نے سچ کہا۔ ان کے بعد اسی وقت فوراً اپنے عامل مدینہ کو لکھا کہ اس وقت اسلام پر سخت مصیبت آ گئی ہے۔ اس کا دفع ہونا امام محمد باقر علیہ اسلام کے بغیر ممکن نہیں۔ جس طرح بھی ہو سکے انہیں راضی کر کے بھیج۔ جملہ مصارف بذمہ حکومت ہوں گے۔

حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں عبدالملک کا پیغام پہنچا۔ چونکہ اسلام کا کام تھا۔ تمام کاموں پر ترجیح دے کر عازم سفر ہوئے۔ الغرض آپ عبدالملک کے پاس پہنچے۔ بادشاہ سخت حیران تھا۔ اور پریشانی کے عالم میں تھا۔ استقبال کر کے مدعا ظاہر کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ بادشاہ گھبرامت۔ یہ تو بہت ہی معمولی بات ہے قیصر روم کو اس فعل قبیح پر قدرت ہی نہ دے گا پھر ایسی صورت میں جب اس نے تیرے ہاتھوں میں اس سے عہدہ برا ہونے کی طاقت دے رکھی ہے۔ بادشاہ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ وہ کونسی طاقت ہے جس کے ذریعہ میں کامیابی حاصل کر سکتا ہوں۔ فرمایا۔ اسی وقت شکاک اور کاری گروں کو بلاؤ اور ان سے درہم اور دینار کے سکے ڈھلواؤ اور ممالک اسلامیہ میں رائج کر دو۔ اس نے پوچھا کی شکل صورت کیا ہو گی۔ فرمایا سکے کے ایک طرف کلمہ توحید دوسرے طرف پیغمبر اسلام کا نام اور ضرب سکہ کا سن لکھا جائے گا۔ پھر ان کے اوزان بتلائے۔

عبدالملک نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ سکے ڈھلوائے اور مزید پوچھا کہ اب کیا کروں آپ نے حکم دیا کہ ان کی تمام ممالک اسلامیہ رائج کر دو اور سخت حکم کر

دے کہ اس سکے کا استعمال کیا جاوے اور رومی سکے کو خلاف قانون قرار دے۔ خلاف ورزی پر سخت سزا دی جائے گی۔ سفیر روم جب قیصر روم کے پاس پہنچا اور ساری داستان سنائی وہ حیران رہ گیا۔(حیوان الحیوان دمیری مصر۔ جلد1 ص 63)

باب 11

امام محمد باقر علیہ السلام اور سفر شام

امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی روایت ہے کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک بن مروان حج کے لئے گئے۔ اور اسی سال امام محمد باقر اور آپ کے فرزند امام جعفر صادق بھی حج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ امام جعفر صادق نے حمد الٰہی کرتے ہوئے کہا کہ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔ اور ان کے ذریعے سے ہمیں عزت و عظمت عطا فرمائی۔ ہم تمام مخلوق میں برگزیدہ ہوئے اور روئے زمین پر اس کے خلفاء ہیں۔ جس نے ہماری پیروی کی وہ نیک بخت ہوا اور سعید رہا جس نے ہم سے دشمنی کی اور ہمارے مد مقابل رہا وہ شقی اور بد بخت ہے۔

مسلمہ نے جو کچھ حضرت امام سے سنا اپنے بھائی ہشام سے بیان کر دیا لیکن اس وقت وہ کچھ نہ بولا اور دمشق چلا گیا۔ اور امام مدینہ واپس آ گئے۔ دمشق پہنچ کر اس نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ امام محمد باقر اور ان کے ہمراہ مجھے دمشق بھیج دے۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے۔ تین دن تک ہمیں روکے رکھا چوتھے روز ہمیں دربار میں آنے کی اجازت ملی۔ جب ہم داخل ہوئے تو ہشام تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے لشکر کے آدمی ہتھیار بند کھڑے تھے۔ ایک آدمی خاص اسلحہ باندھے کھڑا تھا اور اس کے سامنے تیر اندازی کا ایک نشان کھڑا تھا۔ جس پر اس کے آدمی تیر مارتے تھے۔ ہشام کہنے لگا۔ اے محمد تم بھی ان کے ساتھ تیر مارو۔ حضرت نے فرمایا۔ مجھے معاف رکھو میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہشام نے کہا میں معاف نہ دوں گا۔ اور ایک بوڑھے کی طرف

اشارہ کیا کہ جناب کو اپنی کمان دیدے۔ چنانچہ حضرت نے تیر کو لیا اور چلہ پر چڑھایا اور نشان کی جگہ پر تیر کو پیوست کر دیا اور دوسرا تیر پہلے تیر کے پیکان پر بیٹھا اس طرح نو تیر چلائے کہ ایک تیر دوسرے کے پیکان میں گڑ جاتا۔ یہ دیکھ کر ہشام پریشان ہو گیا۔ خفت مٹانے کی خاطر بولا۔ اے ابو جعفر آپ تو عرب عجم میں بہترین تیرانداز ہیں۔ آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں بوڑھا ہوں۔ ہشام اپنے کئے پر نادم ہوا۔ ہشام فکری انداز میں زمین کی طرف نظریں جمائے رہا۔ جب کھڑے کھڑے دیر ہو گئی۔ میرے پدر بزرگوار کو اس کے طرز عمل پر غصہ آیا۔ جب آپ کو غصہ آتا تھا تو نظر سے آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے دیکھنے والے آپ کے چہرے سے غصہ کا اندازہ لگا لیتے۔ جب ہشام نے یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا۔ اے محمد آپ میرے پاس تخت پر آئیں اور تعظیماً کھڑا ہو گیا اور آپ کو گلے لگایا اور اپنے داہنی طرف بٹھایا اور امام جعفر صادق فرماتے ہیں پھر مجھ سے گلے ملا۔ اور والدم کے دائیں جانب بٹھایا۔ اور کہنے لگا۔ اے محمد قریش عرب و عجم پر آپ کی وجہ سے فخر کرتے ہیں اور آپ کی موجودگی تک کرتے رہیں گے۔ یہ تو فرمایئے آپ نے تیراندازی کا فن کس سے سیکھا اور کتنی مدت میں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فن مدینہ میں عام ہے اور میں بچپن سے ہی اس سے شغل رکھتا تھا۔ پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب جب تم نے خواہش کی تو میں نے پھر اسے اختیار کیا۔ ہشام نے کہا میں نے ایسی تیراندازی کبھی نہیں دیکھی اور میرا تو یہ خیال ہے کہ روئے زمین پر آپ کی طرح کا کوئی تیرانداز نہ ہو گا۔ کیا آپ کے فرزند آپ کی طرح تیراندازی کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ ہم تو کمالات کے وارث ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے نبی پاک پر نازل فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم اسلام دینا (سورہ مائدہ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے لئے

دین اسلام پسند کیا۔

زمین اس ہستی سے خالی نہیں رہتی جو ان امور کی تکمیل کرے۔ جن سے ہمارے علاوہ ہر آدمی قاصر رہتا ہے۔ اس کے بعد ہشام نے واپس جانے کو کہا۔(بحارالانوار جلد 4 ص 8788)

دمشق سے روانگی اور ایک راہب کا مسلمان ہونا

جب آپ مدینہ کی طرف آرہے تھے تو ناگاہ راستے میں ایک مقام پر مجمع کثیر نظر آیا۔ آپ نے حال معلوم کیا تو پتہ چلا کہ نصاریٰ کا ایک راہب ہے جو سال میں صرف ایک بار اپنے معبد سے نکلتا ہے۔ آج اس کے نکلنے کا دن ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ اس مجمع میں عوام کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ راہب جو انتہائی ضعیف تھا۔ مقررہ وقت پر برآمد ہوا۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو امام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ کیا آپ ہم سے ہیں۔ فرمایا میں امت محمدیہ میں سے ہوں۔ کیا آپ علماء سے ہیں یا جہلا سے۔ فرمایا میں جاہل نہیں ہوں۔ آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں فرمایا۔ نہیں۔ جبکہ آپ عالموں میں سے ہیں۔ کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں۔ فرمایا ضرور پوچھیے یہ سن کر راہب نے سوال کیا۔

1۔ شب و روز زمین میں وہ کونسا وقت ہے جس کا شمار نہ دن میں ہو نہ رات میں؟

فرمایا وہ سورج کے طلوع سے پہلے کا وقت ہے جس کا شمار دن اور رات دونوں میں نہیں۔ وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک کہ اس میں بیماروں کو ہوش آجاتا ہے۔ درد کو سکون ہوتا ہے جو رات بھر نہ سو سکے ہوں انہیں نیند آجاتی ہے وہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لئے خاص الخاص ہے۔

2۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں پیشاب پاخانہ کی ضرورت نہ ہو گی۔ دنیا

میں اس کی کوئی مثال ہے۔

فرمایا۔ بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔

3۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کا میوہ کم نہ ہو گا۔ اس کی یہاں کوئی مثال ہے۔؟

فرمایا۔ ہاں ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جائیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی کم نہ ہو گی۔

4۔ وہ کون سے دو بھائی ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے ایک ساتھ مرے ایک کی عمر پچاس سال کی ہوئی اور دوسرے کی سو سال کی؟

فرمایا عزیز اور عزیر پیغمبر ہیں یہ دونو دنیا میں ایک ہی روز پیدا ہوئے ایک ہی روز مرے پیدائش کے بعد تیس برس تک ساتھ رہے پھر خدا کے حکم سے عزیر نبی وفات پا گئے اور سو برس بعد زندہ کیا اور اس کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ زندہ رہے پھر ایک ہی دن دونوں نے انتقال کیا۔ یہ سن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا جب تک یہ شخص شام میں موجود ہے میں کسی سوال کا جواب نہ دوں گا سب کو چاہئے اس عالم زمانہ سے سوال کریں۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ (جلاالعیون 261)

امام محمد باقر علیہ السلام اور اہل مدین

امام جعفر صادق نے فرمایا جب پدر بزرگوار نے شام سے حجاز کی طرف جانے کا عزم کیا اسی دوران ہشام نے دمشق اور مدینہ کے درمیان واقع شہروں کے تمام حکام کو حکم نامہ بھیج دیا کہ اپنے اپنے شہر میں امام محمد باقر کو داخلہ کی اجازت نہ دیں اور نہ بازاروں میں انہیں خرید و فروخت کا موقعہ دیا جائے۔ امام اپنے قریبی لوگوں کے ساتھ شہر مدین پہنچے تو بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ سامان سفر ختم ہو چکا ہے اور بازار سے

کچھ خریدنے کی ممانعت ہے اور ہم پر شہر کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ حضرت نے سنا اور فرمایا۔ اچھا تم وضو کے لیے پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا۔ آپ نے وضو کیا اور ایک غلام کے سہارا لے کر پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ جب گھاٹی پر پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھی پھر کھڑے ہو کر شہر کی طرف رخ کر کے باآواز بلند یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائی۔ والی مدین اخاھم شیعبا۔ بقیبتہ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین (سورہ ہود 82 تا 86)

اہل مدین کی طرف ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی انہی کے ہم قبیلہ شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم خدا کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

اس کے بعد حضرت امام نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دوبارہ بلند آواز فرمایا کہ خدا کی قسم اس کا بقیہ میں ہی ہوں۔ مدین والوں میں سے ایک بوڑھا شخص تھا جو کتب آسمانی پڑھنے والا تھا۔ جب اس کے کانوں میں حضرت امام کی آواز پڑی تو اس نے اہل مدین سے کہا مجھے باہر لے چلو۔ لوگوں کا اجتماع ہو گیا تو بوڑھے نے کہا۔ یہ آواز کیسی تھی جو پہاڑ سے بلند ہوئی۔ لوگوں نے کہا یہ آواز ایسے شخص کی ہے جو بازار میں آنا چاہتے ہیں۔ لیکن حاکم شہر نے ان کو منع کر دیا ہے۔ بوڑھے نے کہا۔ کیا میرا کہنا مانو گے۔ سب نے کہا ضرور مانیں گے تو حضرت صالح کی قوم میں سے صرف ایک شخص نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں چونکہ اس کے اس فعل پر سب راضی تھے۔ لہٰذا سب عذاب کی زد میں آگئے۔ یہ شخص بزرگ پہاڑ پر اس جگہ کھڑے ہیں جہاں حضرت شعیب کھڑے تھے انہوں نے اس طرح آواز دی ہے جس طرح حضرت شعیب نے ندا کی تھی تم لوگ حاکم کو چھوڑو اور میرے کہنے پر عمل کرو اور انہیں بازار کی طرف لے جاؤ اور ضروریات کو پورا کرو ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہ ہو سکو گے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ انہوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور میرے والد

بزرگوار کو شہر میں لائے اور ضروریات پورا کیں۔ مدین والوں نے بوڑھے کے عمل کی ساری اطلاع حاکم شام کو دے دی جس پر ہشام نے حاکم مدین کو لکھا کہ اس بوڑھے شخص کو گرفتار کرکے فورا میرے پاس بھیجو لیکن وہ بزرگ راستے میں رحلت کر گئے۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 97-98)

باب 11

امام محمد باقر علیہ السلام کی پیش گوئیاں

(1) ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ منصور دوانیقی اور داؤد بن سلیمان داخل ہوئے اور وہ یہ زمانہ تھا کہ اولاد عباس کو حکومت نہیں ملی تھی۔ داؤد حضرت کے پاس جا بیٹھا تو امام نے فرمایا دوانیقی کو کس بات نے یہاں آنے سے روک دیا۔ تو انہوں نے جواب دیا وہ سخت مزاج ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ زیادہ دن نہ گزریں گے کہ اسے حکومت ملے گی اور یہ لوگوں کی گردنیں اڑائے گا۔ اور مشرق و مغرب میں اس کی حکومت ہوگی اور اس کی عمر بھی طویل ہوگی۔ اتنی دولت جمع کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کی ہوگی۔ یہ سن کر داؤد اٹھ کھڑا ہوا اور دوانیقی کو ساری بات بتائی۔ تب دوانیقی امام کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے رعب و جلال نے مجھے آپ کے پاس آنے سے روک دیا تھا اور یہ سب کیا ہے جس کی داؤد نے مجھے اطلاع دی ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہونے والا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ کیا میرے بعد میری اولاد میں سے کسی کو حکومت ملے گی تو حضرت نے جواب دیا کہ ہاں پھر بولا کہ بنی امیہ کی حکومت کی مدت زیادہ رہے گی یا ہماری حکومت؟ تو امام نے جواب دیا کہ تمہاری مدت حکومت طویل ہوگی۔ تمہارے بچے حکومت سے اس طرح کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 39-40)

(2) ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں ایک بار مسجد میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس حاضر تھا کہ عمر بن عبدالعزیز مسجد میں آئے اور گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور اپنے غلام کا سہارا لے رکھا تھا۔ حضرت امام نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ یہ لڑکا عنقریب تخت حکومت پر بیٹھے گا۔ اور عدل انصاف کو نمایاں کرے گا اور چالیس برس زندہ رہے گا۔ اس کی موت پر اہل زمین روئیں گے لیکن اہل آسمان نہیں۔ پھر فرمایا یہ ایسی جگہ بیٹھے گا جس کا یہ حقدار نہ ہوگا۔ چنانچہ انہیں حکومت اور انہوں نے عدل و انصاف کو نمایاں کیا۔ (بحارالانوار جلد 4 ص 40)

(3) محمد بن ابی حازم سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ جناب زید بن علیؑ ادھر سے گزرے تو امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ کوفہ میں خروج کریں گے۔ قتل ہوں گے اور ان کے سر کو ہر طرف گھمایا جائے گا۔ پھر لاکر ایک بانس کی لکڑی پر گاڑ دیا جائے گا۔ حضرت نے اس جگہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ جہاں انہیں سولی دی جائے گی۔ محمد بن حازم کہتے ہیں کہ میرے کانوں نے سن لیا اور آنکھوں سے دیکھ لیا کہ انہیں اسی جگہ بانس کی لکڑی پر گاڑا گیا۔ (بحارالانوار جلد 4 ص 41)

(4) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد مجلس میں تشریف فرما تھے کہ کچھ دیر تک آپ زمین کی طرف سر جھکا کر بیٹھے رہے اور پھر سر کو اٹھا کر فرمایا کہ لوگو تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ایک شخص تمہارے اس شہر پر چار ہزار کے لشکر سے حملہ کرے گا اور تین دن تک قتل عام کرے گا۔ کسی کا حال نہ پوچھے گا اور تم اس بلا و مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ اپنا دفاع نہ کر سکو گے اور ایسا ہونے والا ہے لہٰذا اپنی حفاظت کے لیے تیار رہو اور سمجھ لو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ہو کر رہے گا۔ (مناقب ابن شہر

آشوب۔)

(5) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس شخص سے کہیں زیادہ جاننے والا ہوں جو سمندر کے کنارے کھڑا ہو اور پانی کے جانوروں۔ ان کی ماؤں۔ ان کی بھتیجیوں اور خالاؤں کو جانتا ہو۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 44)

(6) جناب زید بن علی نے لوگوں سے بیعت چاہی تو امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ ہم اہل بیت میں ظہور امام زمانہ حضرت مہدی سے قبل خروج کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی پرندہ کا بچہ اس سے پہلے کہ اس کے بال و پر نکلیں اپنے گھونسلے سے باہر آجائے اور نیچے گر پڑے اور بچے اس کو پکڑلیں اور اس سے کھیلنے لگیں۔ اے زید خدا سے ڈرو کہ کل تمہیں کناسہ پر سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔ چنانچہ جو کچھ امام نے فرمایا تھا وہی ظہور پذیر ہوا۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 50)

(7) ثعلبی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ہشام نے مجھے طلب کیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس کے اردگرد بہت سے لوگ بنی امیہ کے بیٹھے پایا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ اے ترابی ذرا قریب آؤ تو میں نے کہا اس سے انکار نہیں۔ ہم سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اس کی طرف لوٹیں گے۔ پھر اس نے مجھے اپنے قریب بٹھایا۔ بولا کیا تم وہ ابو جعفر ہو جو بنی امیہ کو قتل کرے گا۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں تو پھر وہ ایسا کون آدمی ہے۔ میں نے کہا وہ ہمارے چچازاد بھائی ابوالعباس بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہوگا۔ یہ سن کر اس نے میری طرف نگاہ ڈالی اور کہنے لگا کہ میں نے تمہارے جھوٹ کو آزمایا نہیں۔ اچھا بتاؤ کہ ایسا کب ہوگا۔ تو فرمایا۔ کہ چند برسوں میں خدا کی قسم وہ وقت دور نہیں۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 50)

(8) جابر جعفی سے اس طرح منقول ہے کہ حضرت امام نے فرمایا کہ بنی امیہ کی حکومت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک ہماری اس مسجد کی دیوار نہ گرے گی اور اس سے حضرت امام کی مراد مسجد جعفی تھی چنانچہ جیسی خبر حضرت نے دی تھی ویسا ہی ہوا۔

علم امامت

(1) محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ نے فرمایا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم تمہیں نہیں دیکھتے اور تمہاری بات چیت نہیں سنتے تو یہ تمہارا گمان ہے اگر تمہارا یہی خیال ہے کہ ہم تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو پھر تم پر ہماری افضلیت کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ میں نے کہا حضور مجھے کچھ بتائیں تاکہ میرے یقین میں اضافہ ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ تمہارے اور تمہارے ایک ساتھی کے درمیان زبدہ میں ایک واقعہ گزرا تھا۔ اس نے ہمارے اور ہماری محبت اور معرفت کے بارے میں تم پر طنز کیا تھا اور اندازہ ہی کیا تھا۔ بتاؤ کہ ایسا نہیں ہوا۔ تو میں نے عرض کیا ایسا ہی ہوا۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ تم نے دیکھ لیا کہ میں نے خدا کی طرف اطلاع ملنے پر سب کچھ بتلایا۔ میں نہ جادوگر' نہ کاہن' یہ سب علم نبوت کا نتیجہ ہے میں نے پوچھا۔ حضور وہ کون ہے جو ہمارے بارے میں آپ کو بتا دیتا ہے کہ ہمارا حال ایسا ایسا ہے تو حضرت نے فرمایا وقتاً فوقتاً ایسی چیزیں ہمارے دلوں میں اترتی رہتی ہیں اور کانوں میں آواز کی صورت میں آتی رہتی ہیں۔ مومن جنات میں سے کچھ ہمارے خدمت گار بھی ہیں۔ جو ہمارے شیعہ ہیں وہ تم سے بھی زیادہ فرمانبردار ہیں تو میں نے عرض کیا۔ کیا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جن رہتا ہے۔ فرمایا وہ ہمیں تمہارے بارے میں ہر بات کی خبر دیتا ہے۔

(بحارالانوار جلد 4 ص 44)

(2) آپ سے آپ کی حدیث مرسل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا جب میں کوئی حدیث بیان کرتا ہوں اس کی سند کو بیان نہیں کرتا تو اس کی سند اس طرح ہوتی ہے مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے بیان کیا اور ان سے میرے جد نامدار اور امام حسین نے ان سے ان کے جدامجد جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا۔ آپ سے جبرئیل امین نے بیان اور ان سے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا۔

حضرت امام نے فرمایا کہ ہم لوگوں کا معاملہ بڑی مصیبت ہے کہ ہم انہیں حق کی طرف بلاتے ہیں تو وہ جواب نہیں دیتے اور ہماری آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ اگر ہم انہیں چھوڑ دیں تو ہمارے علاوہ کسی دوسرے سے ہدایت نہیں پاسکتے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ ہم سے کیوں بچتے ہیں اور ہم میں کیوں عیب نکالتے ہیں ہم اہل بیت رحمت ہیں شجرہ نبوت اور علم و حکمت کی کان اور معدن ہیں ہم وہ جگہ ہیں جہاں فرشتوں کا نزول اور وحی اتری۔

(بحارالانوار جلد 4 ص 71)

(3) ایک شخص نے جناب ابن عمر سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب انہیں معلوم نہ تھا تو انہوں نے کہا اس لڑکے کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو۔ وہ جو جواب دیں مجھے بھی بتاؤ اور اسی کے ساتھ انہوں نے امام محمد باقر کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ شخص امام کی خدمت میں آیا۔ اور آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ پھر وہ لوٹ کر ابن عمر کی طرف آیا اور امام کے جواب سے انہیں مطلع کیا۔ تو ابن عمر کہنے لگے یہ یقیناً اہل بیت نبوت ہیں۔ (بحارالانوار جلد 4 ص 72)

(4) جاحظ نے لکھا ہے کہ امام محمد باقر نے تمام دنیا کی اصلاح کو دو کلموں میں بیان

کر دیا۔ چنانچہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ معیشت اور معاشرہ نیکی و اصلاح ایک پیمانہ بھر ہے جس کا دو تہائی ذہانت اور ہوشیاری ہے اور ایک تہائی بے پرواہی کرنا اور بے اعتنائی ہے۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 72)

(5) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے پدر بزرگوار کا خچر گم ہوگیا۔ فرمایا خداوند عالم اسے میرے پاس لوٹا دے تو میں خدا کی حمد کروں جو اسے پسند ہے۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ وہ خچر زین اور لگام سمیت واپس آگیا۔ جب آپ اس پر بیٹھے اور لباس سمیٹ لیا تو سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور صرف الحمدللہ فرمایا۔ پھر خود ہی ارشاد ہوا کہ میں نے حمد و ثنا الٰہی کی شکل و صورت نہیں چھوڑی اور خدا کی ہر تعریف اس کے اندر آگئی۔ (کشف الغمہ جلد 2 ص 319)

(6) حنان کے والد سے مروی ہے کہ کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا نافلہ نمازیں آپ بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو حضرت نے جواب دیا کہ جب سے میں اس عمر کو پہنچا ہوں آج تک بیٹھ کر نوافل ادا نہیں کیے۔

(7) امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے والد بزرگوار اپنے گھر والوں میں قدرے مالی لحاظ سے کمزور تھے لیکن دوسروں کے اخراجات برداشت کرنے میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہر جمعہ کے دن راہ خدا میں دینار تصدق کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جمعہ کے دن خیرات میں دوگنی فضیلت ہے چونکہ جمعہ کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 76)

باب 13

نشر علوم

جناب رسول خدا کے بعد پبلک درس و تدریس جناب امیر علیہ السلام کی اولیات میں سے ہے۔ آنجناب کے بعد ان کی اولاد نے یہ سلسلہ کو قائم رکھا۔ جناب محمد باقر بھی مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ لوگ جوق در جوق آپ کے مواعظ سے فیض حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ بادشاہاں وقت اسبات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ آئمہ اہل بیت مرجع خلائق ہوں۔ حالانکہ آئمہ علیہ السلام نے سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ لیکن تعلیم و ترویج علوم و فقہ اسلام تو ان کی زندگی کا مقصد تھا اس کو کیونکر چھوڑ سکتے تھے۔ شہادت امام حسین کے بعد امام حسن عسکری تک تمام ائمہ کی زندگی اسی پر ختم ہوئی۔ واقعہ حرہ کے بعد مدینہ میں کوئی سکول آف تھاٹ نہ رہا۔ اکثر و بیشتر لوگ قتل کر دیئے گئے۔ امام مالک نے اور ابو حنیفہ' امام احمد حنبل اور امام شافعی نے اپنے اپنے سکول آف تھاٹ قائم کیے۔ جبکہ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ نے تعلیم رسول کا سلسلہ جاری و ساری رکھا۔ لوگ سوال کرتے تھے۔ آپ کافی و شافی جواب دے کر ان کی تسلی کر دیتے تھے۔

عقل و جہل

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو فرمایا کہ میں نے کوئی شے پیدا نہیں کی جو عقل سے زیادہ مجھ کو محبوب ہو اور میں عقل کو کامل کرتا ہوں۔ اس شخص میں جس کو میں محبوب رکھتا ہوں اور وہ انبیاء

و اولیاء اور مثل ان کے ہیں۔ عقل کی پختگی کی صورت میں امر و نواہی صادر کرتا ہوں گویا عقل ہی ثواب و عذاب کا باعث ہے۔

مزید فرمایا کہ روز قیامت خداوند تعالیٰ لوگوں کا حساب لے گا اور ان کی گرفت کرے گا بقدر ان کی عقل کے۔ عقل کم ہوگی تو گرفت بھی کم ہوگی۔ بات یہ ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے اگر تم سنو کہ کوئی نماز بہت پڑھتا ہے اور عبادت کرتا ہے تو دھوکہ نہ کھاؤ کہ اس کو جزا سزا اس کی عقل کے مطابق ملے گی۔ عبادت کے مطابق نہیں عاقل کی نیند جاہل کی عبادت سے۔ وہ عبادت جس میں جاگتا رہتا ہے۔ بہتر ہے۔ جاہلوں کی بستی میں ایک عاقل کا رہنا بہتر ہے۔ امام محمد باقر فرماتے ہیں علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ بندگان خدا کو تعلیم دے۔

قیاس فرمایا جس نے اپنے قیاس پر عمل کیا وہ خود ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا اور جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ ناسخ کونسی آیت ہے اور منسوخ کونسی ہے۔ محکم کو متشابہ سے تمیز نہیں کرتا۔ وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ (نور المشرقین ص201۔202)

راوی نے جناب امام محمد باقر کے روبرو اس آیت کو پڑھا۔ وما ارسلنا ما قبلک من رسول ولا نبی۔ اور پوچھا کہ رسول' نبی اور محدث ان تینوں میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا رسول تو وہ ہے جس کے سامنے فرشتہ ظاہر ہو اور کلام کرے۔ اور نبی وہ ہے جو خواب میں دیکھے یعنی خواب کے ذریعہ وحی ہو۔ بسا اوقات نبوت اور رسالت ایک جگہ جمع ہوتی ہے اور محدث وہ ہے جو فرشتہ کی آواز سنے اور اسے دیکھ نہ سکے۔

زرارہ نے نبی و رسول کے ساتھ امام کی منزلت کے متعلق بھی سوال کرلیا۔
حضرت امام محمد باقر علیہ نے فرمایا کہ امام کلام سنتا ہے لیکن فرشتہ کو نہیں دیکھتا۔

معرفت امام

جناب رسول خدا کی یہ حدیث کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اپنے امام کو نہ پہچانا جاہلیت کی موت مرا۔ یعنی نبی کی طرح امام کا بھی فرض ہوا کہ لوگوں کو اپنی شناخت کروائے اور دعوی کرے کہ میں امام ہوں اپنی صفات اور فضائل بیان کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو لوگوں پر حجت قائم نہ ہوگی۔ لوگ کہیں گے کہ اس نے دعوی کب کیا تھا جو ہم اسے امام تسلیم کرتے۔ ہمیشہ دعوی پہلے ہوتا ہے اقبال دعوئ بعد میں ہوتا ہے۔ یہی دعوی تھا جس کی وجہ سے اہل حکومت ہمیشہ ان سے بدظن رہے اور ان کے خلاف رہے۔ لیکن انہوں نے یہ دعوی نہیں چھوڑا۔

جناب امام محمد باقر اور امام جعفر صادق ہمیشہ یہ دعوی کرتے رہے کہ قول خدا تعالیٰ کو نو مع صادقین۔ ہم آل محمد صادقین سے مراد ہیں۔

اسبغ علیکم نعمته ظاهره و باطنته۔ نعمت ظاہرہ سے جناب رسول خدا اور نعمت باطنہ سے ہماری ولایت و مودت مراد ہے۔ مافرطت من جنب اللہ۔ جنب اللہ سے ہم آئمہ آل محمد مراد ہیں۔

کفر اور اسلام

ابو حمزہ ثمالی راوی ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا خداوند تعالیٰ نے ہم کو اعلیٰ علیین سے بنایا اور ہمارے شیعوں کے دل اس سے بنائے جس سے ہمیں بنایا تھا۔ ہمارے شیعون کے بدن اس کے نیچے کے حصہ سے بنائے ان کے دل ہماری طرف جھکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ کلا ان کتب الابرار لفی علیین۔ وما ادرک ما علیون۔ کتاب مرقوم۔ یشهده المقربون۔

پھر فرمایا ہمارے دشمن سجین سے خلق کیے گئے ہیں اور ان کے دوستوں کے دل اس سے بنائے گئے ہیں جس سے ہمارے دشمن بنائے گئے ہیں اور ان کے بدن

اس کے علاوہ اور چیز کے ہیں۔ پس ان کے دل ہمارے دشمنوں کی طرف جھکتے ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ہی طینت کے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔

کلا ان کتاب الفجار لفی سجین ۔ وما ادرک ما سجین ۔
کتاب مرقوم ۔ ویل یومئذ للمکذبین ۔الذین یکذبون
بیوم الدین۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام کی جڑ نماز ہے۔ زکوٰۃ اس کی شاخ ہے اور اس کا مقام رفعت جہاد ہے۔ پھر فرمایا روزہ سپر ہے۔ جو آتش جہنم سے بچاتا ہے۔ صدقہ و خیرات سے خطائیں دور ہوتی ہیں اور قیام شب خدا کو یاد دلاتا ہے۔

اسلام اور ایمان

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ ایمان وہ ہے جو اندروں قلب میں قرار پکڑے اور اس کو خدا تک پہنچا دے اور اس ایمان کو تقویت دے اور درست کرے وہ عمل جو خدا کی اطاعت میں ہو اور رضا.مقتضاء خداوندی ہو اور اسلام وہ ہے کہ جو ظاہری قول و فعل میں ہو مثلاً منہ سے کلمہ پڑھ لینا اور نماز پڑھ لینا' روزہ رکھنا' اسلام پر وہ سب فرقے ہیں جو شیعانِ اہل بیت کے علاوہ نہیں اور اس اسلام سے ان مسلمانوں کے خون بچے ہوئے ہیں۔ میراث ان میں جاری ہوتی ہے نکاح ہوتا ہے اور وہ لوگ نماز' زکوٰۃ' صوم' حج پر جمع ہوگئے ہیں۔ اس اسلام کی وجہ سے وہ کفر سے نکل آئے۔ اسلام ان تمام فضیلتوں میں شامل نہیں ہے جو ایمان میں ہیں۔ ایمان میں وہ تمام فضائل شامل ہیں جو اسلام میں ہیں اور اس کے علاوہ اس کے اپنے زائد فضائل ہیں۔ اور وہ دونوں قول و فعل میں جمع ہوگئے ہیں جس طرح کہ کعبہ میں مسجد کے فضائل بھی شامل ہیں لیکن مسجد میں کعبہ کے فضائل شامل نہیں

جیساکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔

اہل بیت کے شیعہ

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ہمارے شیعہ صرف وہ ہیں جو احکام الٰہی کی اطاعت کرتے ہیں لیکن یہ کافی نہیں کہ کوئی شخص محض اپنے منہ سے کہلائے کہ میں اہل بیت رسول سے محبت کرتا ہوں قسم بخدا کوئی ہمارا شیعہ نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو خدا کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے۔ ہمارے شیعوں کی علامتیں یہ ہیں۔

تواضع و فروتنی' خشوع' ترک خیانت' کثرت ذکر خدا' صوم' صلوٰۃ والدین سے حسن سلوک' فقراء' مساکین' قرض داروں اور یتیموں کے ساتھ نیکی کرنا قول کا سچا ہونا' تلاوت قرآن' لوگوں کی برائی سے اپنی زبان کو روکنا۔ دوستوں اور رشتہ داروں کے درمیان دیانت دار اور امین ہونا۔ (حیات صادقین 212)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ قربت خدا صرف اطاعت الٰہی کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ پس تم میں سے جو خداوند کے امر و نواہی کا پابند ہے اس کو ہی ہماری محبت فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ تم میں سے جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے اس کو ہماری محبت فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ دیکھو تم دھوکہ نہ کھاؤ۔ تم دھوکہ نہ کھاؤ۔ احکام خداوندی کی اطاعت میں حفاظت بطن و فرج بہترین عبادت ہے (اس کا مطلب پرہیز از اکل حرام و زنا ہے۔)

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ دین اسلام میں تنگی نہ ہے۔ پس اس میں لوگوں کو سہولت کے ساتھ داخل کرو اور عبادت کو سخت بنا کر بندگان خدا کو اس سے کراہت نہ دلاؤ۔

حسن خلق

فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ اس شخص کا ایمان سب سے زیادہ کامل

ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا جناب علی بن حسین نے کہا کہ رسول خدا نے فرمایا۔ قیامت کے دن کسی شخص کے میزان عمل میں حسن خلق سے بہتر کوئی چیز نہیں ڈالی جائے گی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے نصائح تعلیم کریں۔ ان نصائح میں سے جو حضور نے اس شخص کو تعلیم کیں ایک یہ تھی کہ اپنے برادر مومن سے خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملو۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے مومن کی عزت خدا کے نزدیک زیادہ ہوتی ہے۔ معاف کرنا اس کو جس نے اس پر ظلم کیا ہو۔ بخشش کرنا اس کو جس نے اسے محروم کیا ہو۔ صلہ رحم کرنا اس کے ساتھ جس نے اس سے قطع رحم کیا ہو۔

جو مومن غصہ کو پی جاتا ہے۔ حالانکہ وہ عقوبت کرنے پر قادر ہو۔ خداوند تعالیٰ بروز قیامت اس کے دل کو نور ایمان سے پر کردے گا۔

امام فرماتے ہیں جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا مومن کی نجات زبان کی حفاظت میں ہے۔ (حیات صادقین 213 تا 215)

امام فرماتے ہیں جس کو رفق دیا جاتا ہے اس کو ہی ایمان دیا جاتا ہے۔

امام فرماتے ہیں جناب رسول خدا نے فرمایا رفق کوئی شے جسم رکھنے والی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ خدا نے اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت کوئی شے نہیں بنائی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی وجہ سے مومن کا محبت کرنا۔ ایمان کے بہت بڑے درجوں میں سے ہے۔ دیکھو خبردار جس نے خدا کی وجہ سے محبت کی خدا کی وجہ سے بغض کیا۔ خدا کی وجہ سے لوگوں کو بخشش دی اور خدا کی وجہ سے لوگوں کو دیا۔ تو ایسا شخص اصفیاء اللہ میں سے ہے۔

امام فرماتے ہیں۔ رشتہ داروں سے نیکی کرنا' اعمال کو صالح بناتا ہے۔ مال کو زیادہ کرتا ہے۔ بلا کو دور کرتا ہے روز قیامت حساب کو سہل کرتا ہے۔ موت میں دیر کرتا ہے یعنی زندگی کو بڑھاتا ہے۔

امام نے فرمایا۔ تین چیزیں ہیں جن میں خداوند تعالیٰ نے انسان کو اجازت نہیں دی کسی صورت میں ان کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اول امانتوں کو صاحبان امانت کو واپس دینا خواہ وہ فاجر ہوں۔ دوسرے اپنے وعدوں کو پورا کرنا۔ خواہ وہ وعدہ نیک آدمی سے کیا ہو۔ خواہ فاجر سے اور تیسرے اپنے والدین سے نیکی کرنا خواہ وہ نیک ہوں خواہ کافر ہوں۔

آپ نے فرمایا جب کسی آدمی کے دل میں کبر و غرور داخل ہوتا ہے اسی ہی وقت اس کی عقل میں نقص واقع ہو جاتا ہے اسی قدر اس کی عقل کم ہوتی جائے گی۔

جابر الجعفی کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو محزون پایا۔ وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ اے جعفر جو صاف دل سے دین خدا میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ اس کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا۔ اے جابر دنیا کیا ہے؟ ایک سواری ہے کہ جس پر تو سوار ہوتا ہے لباس ہے کہ جس کو تو پہنتا ہے۔ عورت ہے کہ جس سے تو صحبت رکھتا ہے۔ اے جابر مومنین دنیا میں اپنی بقا سے کبھی مطمئن نہیں ہوتے اور آخرت سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ کتنے ہی دنیا میں فتنے پھیلے ہوں وہ اپنے کانوں سے ان کو سنتے ہیں لیکن حوادث ان کو ذکر خدا سے باز نہیں رکھتے۔ اور ان کو خدا کا نور دیکھنے سے دنیا کی زینتیں جن کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے روک نہیں سکتیں۔ پس ان کو نیک بندوں کا ثواب ملتا ہے۔ اہل تقویٰ دنیا کے لوگوں میں سے سب سے کم تکلیف دینے والے ہیں اور سب سے زیادہ تیری مدد کرتے ہیں تو ان کو بھول جائے لیکن وہ تجھ کو یاد رکھتے ہیں اگر تو ان کو یاد کرے تو وہ تیری اعانت کرتے

ہیں۔ امر خدا کو قائم کرتے ہیں۔ اپنی محبت کو خدا کی محبت کے مطابق بناتے ہیں۔ وہ خدا اور اس کی محبت کو دل سے دیکھتے ہیں۔ خدا کی اطاعت میں دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پس دنیا کو تو منزلت سے گرا دے اور اس کی طرف سے منہ موڑ لے جیسے کسی صفت یا کمال کا تو خواب دیکھے جب جاگے تو معلوم کرتا ہے کہ اس صفت یا کمال میں سے تیرے پاس کچھ نہیں ہے۔

لیئم لوگوں کا سلام بدترین کلام ہوتا ہے۔

ہر ایک شے کے لیے آفت ہے اور علم کی آفت نسیان ہے۔

تین اعمال سب سے زیادہ سخت و بزرگ ہیں۔ ایک تو ہر حال میں ذکر خدا کرنا دوسرے اپنے نفس کے خلاف انصاف کرنا۔ تیسرے اپنے بھائی کو اپنے مال میں شریک کرنا۔

جب تم قاری قرآن کو دیکھو کہ وہ امیروں کی محبت رکھتا ہے تو سمجھو کہ وہ صاحب دنیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اس سے زیادہ کوئی شے محبوب نہیں رکھتا کہ اس سے سوال کیا جاوے۔ دعا سے قضائل جاتی ہے۔ نیکی ایک ایسی چیز ہے جس کا ثواب بہت جلد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ برائی جو سب سے جلدی عقوبت کا باعث ہوتی ہے وہ نافرمانئ خدا ہے۔ سب سے بڑا عیب انسان میں یہ ہے کہ اپنے نفس کے عیب اس سے پوشیدہ رہیں اور وہی عیب وہ دوسروں میں دیکھے اور وہ دوسروں کو ان عیوب کے چھوڑنے کا حکم دے۔ درآں حالیکہ وہ خود ان عیوب کو نہیں چھوڑتا۔

اگر سائل جانتا۔ اسوال کرنے میں کیا خرابی ہے تو کوئی کسی سے سوال نہ کرتا۔ اور اگر وہ شخص اس سے سوال کیا گیا ہے جانتا کہ سوال کے رد کرنے میں کیا برائی ہے تو کبھی سوال رد نہ کرتا۔

امام محمد باقر نے امام جعفر صادق سے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔ اپنی رضا کو اپنی عبادت میں پس عبادت کے کسی حصہ کو کم نہ سمجھو۔ شاید خدا کی رضا اسی میں ہو۔

اپنی ناراضگی کو اپنی معصیت میں۔ پس کسی معصیت کو حقیر نہ سمجھو۔ شاید اس میں خدا کی ناراضگی ہو۔ اپنے دوستوں کو اپنی مخلوق میں۔ پس مخلوق خدا میں کسی کو حقیر نہ سمجھو۔ شاید وہی خدا کا ولی ہو۔

لوگوں سے اس طرح خوش خلقی سے گفتگو کرو کہ جس طرح تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے خوش خلقی سے گفتگو کریں۔ کیونکہ خدا گالیاں دینے والوں' مومنین کو طعنہ دینے والوں' فاحش اور چمٹ کر سوال کرنے والوں پر غضبناک ہوتا ہے۔ خدا پسند کرتا ہے حیا دار' حلیم اور منصف کو۔ حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ جب ایک چلا جاتا ہے تو دوسرا اس کے ساتھ چلا جاتا ہے۔

نیکی کے چار خزانے ہیں۔ حاجت کو چھپانا اور مصیبت کو چھپانا۔ صدقہ کو چھپانا۔

صدق زبان سے عمل پاک و طاہر ہوتا ہے۔ حسن نیت سے رزق بڑھتا ہے۔ اپنے اہل عیال کے ساتھ نیکی کرنے سے عمر بڑھتی ہے۔

نئے امیروں کی طرف حاجت لے جانا ایسا ہی ہے جیسا سانپ کے منہ میں درہم اور تو چاہتا بھی ہے کہ درہم حاصل کرے لیکن تجھے اس سے خطرہ بھی ہے۔

باب 14

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض و برکات کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے۔ لیکن ہشام بن عبدالملک نے آپ کو زہر کے ذریعہ شہید کر دیا۔ آپ بتاریخ 7 ذی الحجہ 114ھ 28 جنوری 733ء یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے۔ اس وقت آپ کی عمر 57 سال کی تھی۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی شہادت ہشام کے حکم سے ابراہیم ولد ولید والئی مدینہ کی زہر خورانی جو کہ ہشام نے بھجوائی تھی سے ہوئی۔

شہادت سے قبل آپ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی اور کہا بیٹا میرے کانوں میں میرے والد کی آوازیں آرہی ہیں وہ مجھے جلد بلا رہے ہیں۔ آپ نے غسل و کفن کے متعلق خاص طور سے ہدایت کی کیونکہ امام کو امام ہی غسل دے سکتا ہے۔

آپ نے اپنی وصیتوں میں یہ بھی کہا کہ 800 درہم میری عزاداری اور ماتم پر صرف کرنا۔ ایسا انتظام کرنا کہ دس سال تک منیٰ میں منیٰ کے ایام یعنی حج کے موقع پر میری مظلومیت کا ماتم کیا جاوے۔ (جلاالعیون 264)

امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا۔ تم میرے مال میں سے ان سوگوار عورتوں کو اتنا دینا کہ دس سال تک منیٰ میں ایام منیٰ کے وقت میرا ماتم منائیں۔ (بحار الانوار جلد 4 ص 10)

ازدواج و اولاد

آپ کی چار بیویاں تھیں اور انہیں سے اولاد ہوئی۔ ام فروہ' ام حکیم' لیلیٰ اور ایک بیوی ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر جن سے حضرت امام جعفر صادق اور عبداللہ افطح پیدا ہوئے اور ام حکیم بنت اسد بن مغیرہ ثقفی سے ابراہیم و عبداللہ اور لیلیٰ سے علی اور زینب پیدا ہوئے اور چوتھی بیوی سے ام سلمٰی پیدا ہوئیں۔ علامہ حسین واعظ کاشفی اور دیگراں نے لکھا ہے کہ آپکی نسل صرف امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑھی ان کے علاوہ کسی کی اولاد زندہ باقی نہ رہی۔

روضۃ الشہداء 434

(بحار الانوار جلد 4 ص 142)

امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ کے بادشاہ

	ہجری	عیسوی
معاویہ بن ابو سفیان	۶۰	۶۶۱ تا ۶۸۰
یزید بن معاویہ	۶۰	۶۸۰ تا ۶۸۳
معاویہ بن یزید	۶۴	۶۸۳
مروان بن حکم	۶۵	۶۸۳ تا ۶۸۵
عبدالملک	۶۵ تا ۸۴	۶۸۵ تا ۷۰۵
ولید	۸۴ تا ۹۴	۷۰۵ تا ۷۱۵
سلیمان	۹۴ تا ۹۶	۷۱۵ تا ۷۱۷
عمر بن عبدالعزیز	۹۴ تا ۹۷	۷۱۷ تا ۷۲۰
یزید ثانی	۹۷ تا ۱۰۱	۷۲۰ تا ۷۲۴
ہشام بن عبدالملک	۱۰۱ تا ۱۳۰	۷۲۴ تا ۷۴۳

سلطنت روما کے بادشاہ

کانسٹینٹائن چہارم	۶۶۸ تا ۶۸۵ء	CONSTANTINE
جسٹی نین ثانی	۶۸۵ تا ۷۱۳ء	JUSTINIAN
فلپی کس	۷۱۱ تا ۷۱۳ء	PHILPPICUS
انسٹینی آس ثانی	۷۱۳ تا ۷۱۶ء	ANSTASIUS
تھیوڈوسی اس	۷۱۶ تا ۷۱۸ء	THEODESIUS
لیو	۷۱۸ تا ۷۳۱ء	LEO

معاویہ بن یزید کے بعد جو بادشاہ ہوا وہ مروان بن حکم تھا جس کو رسول خدا نے خارج البلد کردیا تھا۔ زمانہ میں تبدیلی کتنی جلدی آئی۔ امت دو مکاتیب فکر میں بٹ چکی تھی۔ ایک وہ جو دنیاوی اصول و طرز کے تابع ہو اور اسلام سے برائے نام لگاؤ ہو۔ دوسرے وہ جو آخرت اور رسول خدا کے اصولوں پر چل کر اپنے مقام ابدی جنت میں تلاش کریں۔

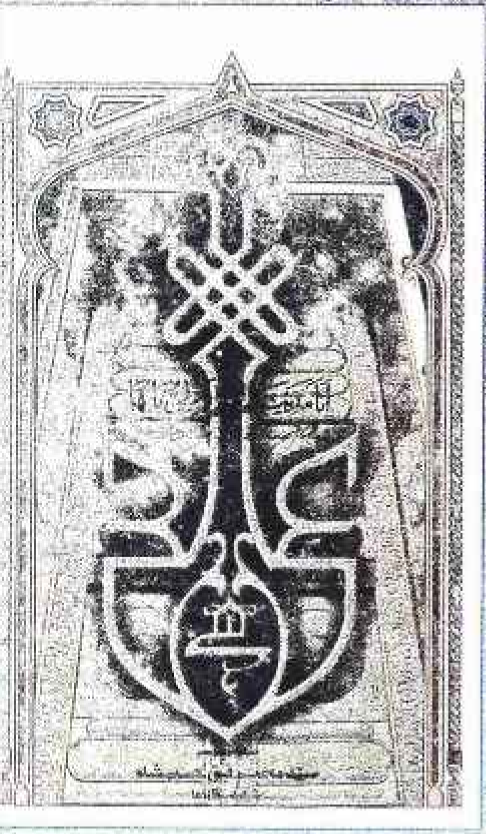

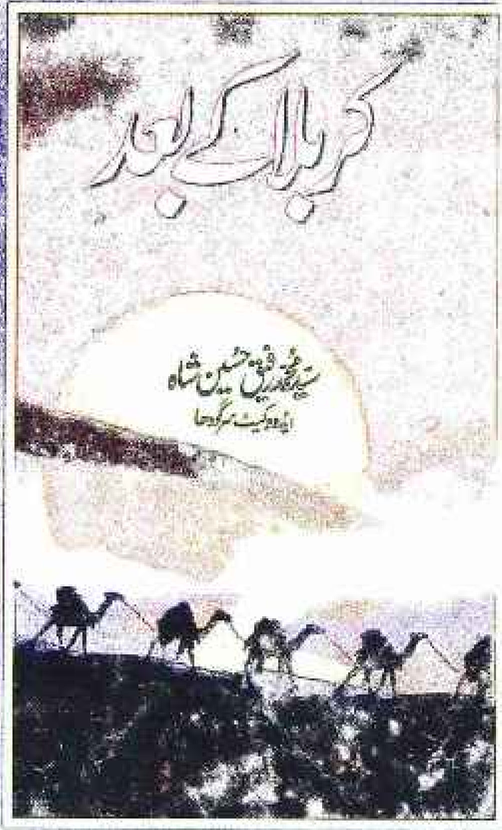

حسن پبلیکیشنز
گلشن راوی لاہور

افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور